ماہنامہ

تحقیقاتِ اسلامی

URDU MONTHLY MAGAZINE

January 2025

مُدیرمسئول

مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

مُدیرتحریر

مولانا محمد صغیر قاسمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انجمن دعوت الی الحق کیرانہ ضلع شاملی کا
علمی، دینی، تحقیقی و اصلاحی ترجمان

ماہنامہ

تحقیقاتِ اسلامی

جلد (۱۱) رجب المرجب ۱۴۴۶ھ مطابق جنوری ۲۰۲۵ء شمارہ (۷)

مدیر مسئول

حضرت مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

بانی و مہتمم جامعۃ السعادۃ کیرانہ و صدر انجمن دعوت الی الحق

مدیر تحریر

محمد صغیر قاسمی

09897855010

sagheerqasmi@gmail.com

ترسیل کے لیے رابطہ کریں: محمد معظم رحمانی قاسمی 09359602830

موبائل نمبر: 09359602830 ای میل: tahqiqateislami2011@gmail.com

شرح خریداری:

فی شمارہ: ۳۰/روپے سالانہ: ۳۰۰/روپے اعزازی: ۵۰۰۰/روپے

ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

ہر طرح کی قانونی کارروائی کا حق صرف عدالتِ کیرانہ ہی کو ہوگا۔

خط و کتابت کا پتہ:

دفتر ماہنامہ "تحقیقاتِ اسلامی"

جامعۃ السعادۃ

محلہ ابراہیم پورہ (آل کلاں) شاملی روڈ کیرانہ ضلع شاملی (یوپی) انڈیا

Add: Office Tahqiqat-e-Islami
Jamiatus Sa'adah, Moh.Ibrahimpura
(Aal Kalan) Shamli Road, Kairana
Distt. Shamli (U.P.) India
A/c No. 3023002100004803
TAHQIQAT-E-ISLAMI
Punjab National Bank, Branch: Kairana

ناشر

تحقیقاتِ اسلامی

۲۴۱/ آل خورد (ملتانیان) کیرانہ ضلع شاملی (یو۔پی) ۲۴۷۷۷۴

پرنٹر پبلشر: محمد عرفان نے جیوتی پرنٹنگ پریس منگلا مارکیٹ نزد مالویہ چوک، مظفر نگر سے طبع کرا کے دفتر تحقیقاتِ اسلامی ۲۴۱/آل خورد (ملتانیان) کیرانہ شاملی سے شائع کیا۔

آئینہ

صریر خامہ		
اِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِیْدٌ	محمد صغیر قاسمی پرتاپ گڑھی	(۳)
درس قرآن		
تفسیر سورۂ ملک	مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی	(۵)
درس حدیث:		
دورحاضر اور علامات قیامت:	محمد صغیر قاسمی پرتاپ گڑھی	(۱۰)
مقالات ومضامین:		
حسنِ ظن	مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی	(۱۱)
فتنۂ دجّال...	حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی	(۱۳)
شام کی شام...	فیصل احمد ندوی دار العلوم ندوۃ العلماء	(۱۸)
اسلام میں عورت کا مقام	مولانا محمد ناصر ندوی پرتاپ گڑھی	(۲۴)
جدید میڈیکل سائنس کی بنیاد...	مولانا حکیم عبید اللہ عبید	(۲۷)
دلائل توحید	مولانا عبد الماجد دریا آبادی	(۳۱)
نیو ایئر نائٹ...	مسعود محبوب خان	(۳۳)
فرقۂ گوہر شاہی	عبد الغنی شیخوپورہ	(۴۲)
فقہ وفتاوی	ادارہ	(۴۴)
طب وصحت		
آملہ کے فوائد	ادارہ	(۴۶)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صریرِ خامہ

اِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِیْدٌ

محمد صغیر قاسمی پرتاپ گڑھی

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

امریکی ریاست کیلیفورنیا کے شہر لاس اینجلس اور اس کے ملحقہ علاقوں میں ۷/جنوری ۲۰۲۵ء سے لگی آگ پر اطلاعات کے مطابق آج ۱۳/جنوری تک قابو نہیں پایا جاسکا ہے، اس دوران اس نے بے شمار بستیوں اور علاقوں کو جلا کر خاکستر کر دیا ہے۔ آگ کو بجھانے کے لئے امریکہ جیسی دنیا کی سپر پاور طاقت نے یہی نہیں کہ اپنی پوری طاقت و توانائی صرف کردی ہے، بلکہ اپنے مددگار ممالک سے بھی تعاون طلب کیا ہے، لیکن آگ ہے کہ بجھنے کا نام نہیں لے رہی ہے، آگ زدہ علاقوں کی ویڈیو بڑی بھیانک ہے، محسوس ہوتا ہے پورا علاقہ جہنم بن گیا ہے، آگ کے شعلے ہیں کہ آسمان سے باتیں کر رہے ہیں اور جو چیز راستے میں آ رہی ہے اسے راکھ کا ڈھیر بنا دے رہے ہیں۔

آگ کے حادثے سے ہلاک ہونے والوں کی تعداد اگرچہ بہت محدود ہے، لیکن مالی نقصان نے امریکہ کو ہلا کر رکھ دیا ہے، ایک اندازے کے مطابق ڈھائی ارب ڈالر کا ابھی تک نقصان ہو چکا ہے۔ امریکہ کے شہروں میں سے لاس اینجلس انتہائی ترقی یافتہ اور دنیا کے مہنگے ترین شہروں میں سے ایک ہے، پوری دنیا میں فحاشی و بے حیائی کو فروغ دینے والا فلمی مرکز ”ہالی ووڈ“ بھی یہیں ہے۔ اطلاعات کے مطابق پورا شہر آگ کی زد میں ہے اور ”ہالی ووڈ“ بھی محفوظ نہیں ہے۔ پورا شہر راکھ کا ڈھیر نظر آ رہا ہے۔

امریکی نومنتخب صدر ٹرمپ نے انتخاب جیتنے کے بعد انتہائی مغرورانہ انداز میں کہا تھا کہ ”۲۰/جنوری ۲۰۲۵ء (جو کہ اس فرعون کی حلف برداری کی تاریخ ہے) سے پہلے پہلے اگر حماس نے اسرائیل کے قیدیوں کو رہا نہیں کیا تو میں مشرقِ وسطیٰ کو جہنم بنا دوں گا“۔ اس فرعون کے اقتدار میں آنے سے پہلے ہی رب رحیم و کریم نے اسی کے ایک شہر کو جہنم بنا دیا۔ یہ ہے خدا کی پکڑ اور اس کا قہر۔

اس وقت دنیا کے ممالک میں حکومتی سطح پر جو کچھ فتنہ و فساد اور قتل و غارت گری ہو رہی ہے، یا جنگیں ہو رہی ہیں، اگر کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا کہ سب میں امریکی حکومت بلاواسطہ یا بالواسطہ ملوث ہے۔ اپنی پالیسیوں کو نافذ کرنے کے لئے اور اپنے غلاموں کے ہاتھوں میں ملکوں کی باگ دوڑ رکھنے کے لئے، اسے نہ کسی قانون کا پاس و لحاظ ہے اور نہ ہی کسی کے حقوق کا۔ اقوام متحدہ پر اس کا تسلط ہے، جو پالیسیاں چاہتا ہے نافذ کراتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ویٹو کر دیتا ہے۔

اسرائیل اور غزہ کی حالیہ جنگ جو ۷/اکتوبر ۲۰۲۳ء کو شروع ہوئی اور ابھی تک جاری ہے، اس کا اصل ذمہ دار بھی امریکہ ہی ہے، وہ یک طرفہ یہودیوں کے حقوق کی بات کرتا ہے اور اہل فلسطین کو کسی بھی طرح کا حق دینے کے لئے تیار نہیں ہے

اور نہ ہی اقوام متحدہ میں اہل فلسطین کے حق میں پیش ہونے والی کسی تجویز کو منظور ہونے دیتا ہے۔امریکہ اگر چاہتا تو جنگ بہت پہلے رک گئی ہوتی،لیکن امریکی حکومت یہی نہیں کہ اسرائیلیوں کی حمایت کرتی ہے، بلکہ اسرائیل جن ہتھیاروں سے نہتے اور بے بس فلسطینیوں پر حملے کرتا ہے،وہ بھی امریکہ ہی فراہم کرتا ہے،اس نے اسرائیل کو مکمل چھوٹ دے رکھی ہے کہ وہ جس طرح چاہے اہل فلسطین کو ہلاک کرے اور ان کے شہروں کو ویران کرے،عالمی سطح پر اس کے خلاف کچھ نہیں ہونے دے گا اور نہ ہی اسلحے کی کمی ہونے دے گا۔

موجودہ آگ جو خدائی قہر بن کر اہل امریکہ پر شعلہ زن ہے،امریکہ واسرائیل نے لاکھوں ٹن بم برسا کر بھی فلسطین کا وہ نقصان نہ کر سکے،جو اس آگ نے ہفتے بھر میں امریکہ کا کر دیا۔بلاشبہ یہ آگ وہاں کی حکومت کے لئے ایک عبرت ہے اور ظلم وبربریت سے باز آنے کا انتباہ ہے اور یہ پیغام ہے کہ اس سے پہلے بھی بہت سے فرعون آچکے اور خدائی کا دعوی کر کے مخلوق خدا پر ظلم وزیادتی کی،لیکن جب خدائی قہر ٹوٹا تو لمحے بھر میں صفحۂ ہستی سے مٹ گئے اور دنیا کے اسباب ووسائل انھیں خدائی قہر سے نہ بچا سکے۔اگر موجودہ دور کے فرعون نے اس سے عبرت حاصل نہ کی،تو یہ بھی خدائی قہر سے نہ بچ سکے گا اور اس کے تمام تر جدید وسائل اور اس کی جدید ٹیکنالوجی اسے خدا کے قہر سے نہ بچا سکے گی۔قرآن عظیم میں رب کریم کا ارشاد پاک ہے:

”وَ لَا یُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ“

(اور ہمارا عذاب مجرم لوگوں سے نہیں ٹلتا)

****

آفات وبلیات سے حفاظت کا مختصر عمل

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْھُمَا اَنَّ رَجُلًا شَکَا اِلٰی رَسُوْلِ اللہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَنَّہٗ تُصِیْبُہُ الْاٰفَاتُ، فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قُلْ اِذَا اَصْبَحْتَ: ”بِاسْمِ اللہِ عَلٰی نَفْسِیْ وَ اَھْلِیْ وَ مَالِیْ“ فَاِنَّہٗ لَا یَذْھَبُ لَکَ شَیْءٌ۔ فَقَالَھُنَّ الرَّجُلُ فَذَھَبَتْ عَنْہُ الْاٰفَاتُ۔ (الاذکار للنووی)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آکر شکایت کی کہ مجھے بڑی آفتیں اور مصیبتیں آتی رہتی ہیں۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا صبح کے وقت یہ کلمات پڑھ لیا کرو:

”بِاسْمِ اللہِ عَلٰی نَفْسِیْ وَ اَھْلِیْ وَ مَالِیْ“

تمہارا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔اس شخص نے پڑھنا شروع کیا تو تمام مصیبتیں دور ہوگئیں۔بلاشبہ پوری کائنات اللہ تعالی کے دست قدرت میں ہے،جب ایک بندہ اللہ تعالی پر توکل واعتماد کرتے ہوئے اپنے آپ کو اس کی امان میں دیدیتا ہے تو من جانب اللہ اس کی حفاظت کا ایسا انتظام کر دیا جاتا ہے کہ کوئی چیز اسے تکلیف اور نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ہر مؤمن کو چاہئے کہ وہ صبح بعد نماز فجر یہ مختصر سی دعا پڑھ کر اپنے آپ کو خدا کی امان میں دے دیا کرے،تا کہ ہر طرح کے شر و فتن سے محفوظ رہے۔

سورۃ الملک

مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
تَبٰرَكَ الَّذِىْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرُ (۱)
الَّذِىْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ (۲)

ترجمہ: بڑی برکت ہے اُسکی جسکے ہاتھ میں ہے راج اور وہ سب کچھ کرسکتا ہے۔ جس نے بنایا مرنا اور جینا تا کہ تم کو جانچے کون تم میں اچھا کرتا ہے کام اور وہ زبردست ہے بخشنے والا۔

نزول وفضیلت

یہ سورۃ مکہ میں نازل ہوئی۔ قرطبی کہتے ہیں اس پر سب کا اتفاق ہے۔ ابن عباس (رضی اللہ عنہما) بھی یہی فرماتے ہیں کہ یہ بھی مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کے بعد سورۃ حاقہ، وسورۃ معارج نازل ہوئی۔ مگر حسن بصری (رحمۃ اللہ علیہ) وغیرہ فرماتے ہیں مدینہ میں نازل ہوئی، لیکن کلام کا طرز اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ مکہ ہی میں نازل ہوئی۔

یہ سورۃ رحمانیات سے ہے کہ بجائے اسم ذات (اللہ) کے، اسم ''رحمن'' اس میں مستعمل ہے، اور دیگر سورتیں کہ جن میں اسم ''رب'' کا استعمال ہے ان کو ربانیات کہتے ہیں۔ اس سورۃ کا نام سورۃ تبارک اور واقیہ اور منجیہ ہے۔ تبارک اس لیے کہ یہ لفظ اس کے اول میں ہے اور اس کے پڑھنے اور عمل کرنے والے کو برکت حاصل ہوتی ہے۔ واقیہ اور منجیہ اس لیے کہ اپنے پڑھنے والے کو ضلالت سے دنیا میں، عذاب سے آخرت میں بچاتی اور نجات دیتی ہے۔ (حقانی)

احادیث شریفہ میں سورۃ الملک کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ قرآن میں ایک سورت ہے جس کی تیس آیتیں ہیں، اس نے ایک شخص کے لیے شفاعت کی، یہاں تک کہ وہ بخش دیا گیا۔ وہ سورت: ''تبرک الّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْکُ'' ہے۔ (رواہ احمد و الترمذی و ابو داؤد و النسائی و ابن ماجه کما فی المشکوٰۃ: صفحہ ۱۸۲)

اور حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ ایک صحابی نے ایک جگہ اپنا خیمہ لگایا، وہاں قبر تھی جس کا انہیں پتہ نہ تھا، وہاں انہوں نے ایک شخص کی آواز سنی، جو سورۂ ''تبرک الّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْکُ'' پڑھ رہا تھا۔ اس نے پوری سورت ختم کرلی، یہ صحابی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو پوری کیفیت سنائی، آپ نے فرمایا یہ سورت عذاب سے روکنے والی ہے۔ قبر والے شخص کو اللہ کے عذاب سے نجات دینے والی ہے۔ (رواہ الترمذی کما فی المشکوٰۃ صفحہ ۱۸۸)

اور حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تک ''سورۂ الم تنزیل'' اور سورۂ ''تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ'' نہیں پڑھ لیتے تھے اس وقت تک (رات کو) نہیں سوتے تھے۔ (رواہ احمد والترمذی والدارمی کمافی المشکوٰۃ صفحہ ۱۸۸) (انوار البیان)

تشریح وتفسیر

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ (۱)

(بڑی برکت ہے اُسکی جسکے ہاتھ میں ہے راج اور وہ سب کچھ کرسکتا ہے۔)

لفظ ''تَبَارَکَ'' برکت سے مشتق ہے، جس کے لفظی معنے بڑھنے اور زیادہ ہونے کے ہیں۔ یہ لفظ جب اللہ تعالیٰ کی شان میں بولا جاتا ہے تو سب سے بالا و برتر ہونے کے معنی میں آتا ہے، جیسے: ''اللہ اکبر''۔

''بِیَدِہِ الْمُلْکُ'' اللہ کے ہاتھ میں ہے ملک۔ اللہ جل شانہ کے لئے قرآن کریم میں جابجا لفظ ''یَد'' بمعنے ہاتھ استعمال ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ جسم اور اعضاء سے بالا و برتر ہے۔ اسلئے یہ لفظ متشابہات میں سے ہے جس کے حق ہونے پر ایمان لانا واجب ہے اور اسکی کیفیت وحقیقت کسی کو معلوم نہیں ہوسکتی۔ اس کے درپے ہونا درست نہیں، اور ملک سے مراد آسمانوں اور زمینوں کی اور دنیا و آخرت ہے۔ (معارف)

''بِیَدِہِ الْمُلْکُ'' میں اس طرف وہم جاسکتا تھا کہ موجودہ عالم اجسام پر اس کی بادشاہی ہے، اس سے بڑھ کر اور قدرت اس میں نہیں۔ اس لیے ترقی دی گئی: ''وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ'' کہ وہ ہر شے پر قادر ہے۔ ایسے ایسے اور سینکڑوں عالم پیدا کرسکتا ہے، اس عالم کو فنا کرسکتا ہے، اس میں جو چاہے تصرف کرسکتا ہے، جہاں تک تمہارے فہم کو بھی رسائی نہیں وہاں تک بلکہ اس سے بھی پرے تک اس کی قدرت کا جھنڈا قائم ہے۔ (حقانی)

اس آیت میں حق تعالیٰ کے لئے چار صفات کا دعویٰ ہے: اول: اس کا موجود ہونا۔ دوسرے: انتہائی درجے کی صفات کمال کا مالک اور سب سے بالا و برتر ہونا۔ تیسرے: آسمان وزمین پر اس کی حکومت ہونا۔ چوتھے: ہر چیز پر اس کا قادر ہونا۔ اگلی آیات میں اس دعوے کے دلائل ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مخلوقات ہی میں غور وفکر کرنے سے واضح ہوتے ہیں اس لئے اگلی آیات میں تمام کائنات ومخلوقات کی مختلف انواع واصناف سے اللہ تعالیٰ کے وجود اور توحید پر اور اس کے کمال علم و قدرت پر استدلال کیا گیا ہے۔ سب سے پہلے اشرف المخلوقات انسان کے اپنے وجود میں جو دلائل قدرت ہیں ان کی طرف متوجہ فرمایا۔ (معارف)

''اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ''

(جس نے بنایا مرنا اور جینا تا کہ تم کو جانچے کون تم میں اچھا کرتا ہے کام اور وہ زبردست ہے بخشنے والا۔) یعنی موت وحیات کا یہ سارا سلسلہ اس لیے ہے کہ تمہارے اعمال کی جانچ کرے کہ کون برے کام کرتا ہے کون اچھے، اور کون اچھے سے اچھے۔ پہلی زندگی میں یہ امتحان ہوا اور دوسری زندگی میں اس کا مکمل نتیجہ دکھلا دیا گیا۔ فرض کرو اگر پہلی زندگی نہ ہوتی تو عمل کون کرتا، اور موت نہ آتی تو لوگ مبداء و منتہیٰ سے غافل اور بےفکر ہو کر عمل چھوڑ بیٹھتے اور دوبارہ زندہ نہ کیے جاتے تو بھلا برے کا بدلہ کہاں ملتا۔ (عثمانی)

موت وحیات کی حقیقت:

احوال انسانی میں سے یہاں صرف دو چیزیں موت وحیات بیان کی گئیں، کیونکہ یہی دونوں انسان کے تمام عمر کے احوال وافعال پر حاوی ہیں۔ حیات کے لئے پیدا کرنے کا لفظ تو اپنی جگہ ظاہر ہے کہ حیات ایک وجودی چیز ہے تخلیق وتکوین کا اس سے متعلق ہونا ظاہر ہے، لیکن موت، جو بظاہر ایک عدم کا نام ہے، اس کے ساتھ تخلیق کا تعلق کس طرح ہوا، اس کے جواب میں ائمہ تفسیر سے متعدد اقوال منقول ہیں۔ سب سے زیادہ واضح بات یہ ہے کہ موت عدم محض کا نام نہیں، بلکہ روح اور بدن کا تعلق منقطع کر کے، روح کو ایک مکان سے، دوسرے مکان میں منتقل کرنے کا نام ہے، اور یہ ایک وجودی چیز ہے۔ غرض جس طرح حیات ایک حال ہے، جو جسم انسانی پر طاری ہوتا ہے، اسی طرح موت بھی ایک ایسا ہی حال ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس اور بعض دوسرے ائمہ تفسیر سے جو یہ منقول ہے کہ موت وحیات دو مجسم مخلوق ہیں، موت ایک مینڈھے کی شکل میں اور حیات ایک گھوڑی کی شکل میں ہے۔ اس سے مراد بظاہر اس صحیح حدیث کا بیان ہے، جس میں یہ ارشاد ہے کہ جب قیامت میں اہل جنت، جنت میں اور اہل دوزخ، دوزخ میں داخل ہو چکیں گے، تو موت کو ایک مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا اور پل صراط کے پاس اس کو ذبح کر کے اعلان کر دیا جائے گا کہ اب جو جس حالت میں ہے، وہ دائمی اور ابدی ہے، اب کسی کو موت نہیں آئے گی۔

مگر اس حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ دنیا میں موت کوئی جسم ہو، بلکہ جس طرح دنیا کے بہت سے احوال واعمال قیامت میں مجسم اور متشکل ہو جائیں گے، جو بہت سی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، اسی طرح موت جو انسان کو پیش آنے والی ایک حالت ہے، وہ بھی قیامت میں مجسم ہو کر مینڈھے کی شکل میں ذبح کر دی جائے گی۔ (قرطبی)

تفسیر مظہری میں ہے کہ موت اگرچہ عدمی چیز ہے، مگر عدم محض نہیں، بلکہ ایسی چیز کا عدم ہے، جس کو وجود میں کسی وقت آنا ہے اور یا یہ کہ تمام معدومات کی شکلیں عالم مثال میں قبل از وجود ناسوتی موجود ہوتی ہیں، جن کو اعیان ثابتہ کہا جاتا ہے، ان اشکال کی وجہ سے ان کو قبل الوجود بھی ایک قسم کا وجود حاصل ہے اور عالم مثال کے موجود ہونے پر بہت سی روایات حدیث سے استدلال فرمایا ہے۔ واللہ اعلم۔

موت وحیات کے درجات مختلفہ: تفسیر مظہری میں ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہ نے اپنی قدرت اور حکمت بالغہ سے

مخلوقات وممکنات کومختلف اقسام میں تقسیم فرما کر ہرایک کوحیات کی ایک قسم عطا فرمائی ہے۔سب سے زیادہ کامل ومکمل حیات انسان کوعطا فرمائی، جس میں یہ صلاحیت بھی رکھ دی کہ وہ حق تعالیٰ کی ذات وصفات کی معرفت ایک خاص حد تک حاصل کرسکے اور یہ معرفت ہی بناء تکلیف احکام شرعیہ اور وہ بار امانت ہے، جس کے اٹھانے سے آسمان وزمین اور پہاڑ سب ڈر گئے اور انسان نے اپنی اس خداداد صلاحیت کے سبب اٹھالیا۔اس حیات کے مقابل وہ موت ہے جس کا ذکر قرآن کریم کی (آیت) ''اَوَمَنْ كَانَ مَيْتاً فَاَحْيَيْنٰهُ'' میں ذکر فرمایا ہے، کہ کافر کومردہ اور مومن کو زندہ قرار دیا گیا، کیونکہ کافر نے اپنی اس معرفت کوضائع کردیا، جوانسان کی مخصوص حیات تھی۔

اور بعض اصناف واقسام مخلوقات میں یہ درجہ حیات کا تو نہیں، مگر حس وحرکت موجود ہے،اس کے مقابل وہ موت ہے، جس کا ذکر قرآن کریم کی (آیت) ''كُنْتُمْ اَمْوَ تاً فَاَحْيَا كُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ'' میں آیا ہے کہ اس جگہ حیات سے مراد حس وحرکت اور موت سے مراد اس کا ختم ہوجانا ہے۔اور بعض اقسام ممکنات میں یہ حس وحرکت بھی نہیں، صرف نمو (بڑھنے کی صالحیت) ہے، جیسے عام درختوں اور نباتات میں۔اس کے بالمقابل وہ موت ہے جس کا ذکر قرآن کی (آیت) ''يُحْيِي الْاَرْضَ بَعْدَمَوْتِهَا'' میں آیا ہے۔

حیات کی یہ تین قسمیں انسان، حیوان، نبات میں منحصر ہیں۔ان کے علاوہ اور کسی چیز میں یہ اقسام حیات نہیں ہیں، اسی لئے حق تعالیٰ پتھروں سے بنے ہوئے بتوں کے متعلق فرمایا ''اموات غیر احیآء'' لیکن اس کے باوجود جمادات میں بھی ایک خاص حیات موجود ہے جو وجود کیساتھ لازم ہے۔

اسی حیات کا اثر ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے (آیت) ''وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ'' یعنی کوئی چیز ایسی نہیں جو اللہ کی حمد کی تسبیح نہ پڑھتی ہو۔اور آیت میں موت کا ذکر مقدم کرنے کی وجہ بھی اس بیان سے واضح ہوگئی کہ اصل کے اعتبار سے موت ہی مقدم ہے۔ ہر چیز جو وجود میں آئی ہے، پہلے موت کے عالم میں تھی، بعد میں اس کو حیات عطا ہوئی ہے۔اس لئے موت کا ذکر مقدم کیا گیا۔

اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ آگے جو موت وحیات کی تخلیق کی وجہ انسان کی آزمائش وابتلاء کو قرار دیا ہے ''لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا'' یہ آزمائش بہ نسبت حیات کے موت میں زیادہ ہے۔کیونکہ جس شخص کو اپنی موت کا استحضار ہوگا وہ اچھے اعمال کی پابندی زیادہ سے زیادہ کرے گا اور اگرچہ یہ آزمائش حیات میں بھی ہے کہ زندگی کے قدم قدم پر اس کو اپنا عجز اور اللہ تعالیٰ کے قادر مطلق ہونے کا استحضار ہوتا رہتا ہے، جو حسن عمل کی طرف داعی ہے۔لیکن موت کی فکر اصلاح عمل اور حسن عمل میں سب سے زیادہ مؤثر ہے۔

حضرت عمار بن یاسر کی حدیث مرفوع میں ہے ''کفی بالموت واعظاً وکفی بالیقین غنی'' یعنی موت وعظ کے لئے کافی ہے اور یقین غنی کے لئے (رواہ الطبرانی) مراد یہ ہے کہ اپنے دوستوں عزیزوں کی موت کا مشاہدہ سب سے بڑا

واعظ ہے، جواس سے متاثر نہیں ہوتا اس کا دوسری چیزوں سے متاثر ہونا مشکل ہے اور جس کو اللہ نے ایمان ویقین کی دولت عطا فرمائی اس کے برابر کوئی غنی نہیں اور ربیع بن انس نے فرمایا کہ موت انسان کو دنیا سے بیزار کرنے اور آخرت کی طرف رغبت دینے کے لئے کافی ہے۔

یہاں یہ بات قابل نظر ہے کہ انسان کی اس آزمائش میں جو اس کی موت وحیات سے وابستہ ہے، حق تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ تم میں سے کس کا عمل اچھا ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ کس کا عمل زیادہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی عمل کی مقدار کا زیادہ ہونا قابل توجہ نہیں، بلکہ عمل کا اچھا اور صحیح ومقبول ہونا معتبر ہے۔ اسی لئے قیامت میں انسان کے اعمال کو گنا نہیں جائے گا، بلکہ تولا جائے گا۔ جس میں بعض ایک ہی عمل کا وزن ہزاروں اعمال سے بڑھ جائے گا۔

حسن عمل کیا ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی یہاں تک کہا "اَحۡسَنُ عَمَلًا" تک پہنچے، تو فرمایا کہ "اَحۡسَنُ عَمَلًا" وہ شخص ہے، جو اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے سب سے زیادہ پرہیز کرنے والا ہو اور اللہ کی اطاعت میں ہر وقت مستعد وتیار ہو (قرطبی) معارف

"وَهُوَ ٱلۡعَزِيزُ ٱلۡغَفُورُ" بندوں کے اعمال دو قسم کے ہیں، بد، یا نیک۔ ان کے وقوع ہونے کے بعد خدا کی طرف سے دو ہی باتیں پیش آتی ہیں، یا پوری سزاء وجزا، نیک اعمال کا عمدہ بدلہ۔ برے اعمال کی سزا جہنم یا درگزر اور بخشش۔ اسی لیے اس کے بعد یہ بھی فرمادیا "وَهُوَ ٱلۡعَزِيزُ" کہ وہ زبردست ہے۔ ہر طرح کی قدرت رکھتا ہے، نیک کاموں کا بدلہ بھی دے سکتا ہے، برے کاموں کی سزا بھی دے سکتا ہے، دنیا میں بھی آخرت میں بھی۔ اس میں پہلی بات کی طرف اشارہ ہے۔

"ٱلۡغَفُورُ" وہ معاف کرنے والا بھی ہے، اس میں دوسری بات کی طرف اشارہ ہے۔ اور نیز شایانِ شاہی بھی یہ دونوں وصف ہیں۔ بادشاہ میں اگر قدرت وشوکت نہیں تو یہی اس کی بادشاہت میں نقص ہے اور اگر بخشش وعطا نہیں تو یہی اس کی سلطنت اور اس کی برکت میں کمی ہے۔ (حقانی)

****

تحقیقاتِ اسلامی محض ایک ماہ نامہ یا رسالہ نہیں ہے، بلکہ ایک دینی، علمی، اصلاحی اور فکری تحریک ہے، جس کا مقصد مغربی تہذیب اور اس کے عریاں وفحش لٹریچر سے متأثر افراد کے رُخ کو موڑ کر قرآن وحدیث کی تعلیمات اور اسلامی تہذیب وتمدن کی جانب مائل کرنا ہے۔ قارئین حضرات سے درخواست ہے کہ اس تحریک سے جڑیں، گھر گھر اسے پہنچانے میں ہمارا تعاون کریں اور لوگوں کو اس کے مطالعہ کی ترغیب دیں۔ (ادارہ)

درس حدیث

دورحاضر اور علاماتِ قیامت

محمد صغیر قاسمی پرتاپ گڑھی

قرآن کریم کو چھوڑ کر دوسری چیزیں پسند کی جانے لگیں گی:

عَنْ مَعْقَلِ بْنِ يَسَارٍ الْمُزَنِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا تَذْهَبُ اللَّيَالِي وَالْأَيَّامُ حَتَّى يَخْلَقَ الْقُرْآنُ فِي صُدُورِ أَقْوَامٍ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ كَمَا تَخْلَقُ الثِّيَابُ، وَيَكُونُ غَيْرُهُ أَعْجَبَ إِلَيْهِمْ، وَيَكُونُ أَمْرُهُمْ طَمَعًا كُلُّهُ لَا يُخَالِطُهُ خَوْفٌ إِنْ قَصَّرَ عَنْ حَقِّ اللهِ مَنَّتْهُ نَفْسُهُ الْأَمَانِيَّ، وَإِنْ تَجَاوَزَ إِلَى مَا نَهَى اللهُ قَالَ أَرْجُو أَنْ يَتَجَاوَزَ اللهُ عَنِّي، يَلْبَسُونَ جُلُودَ الضَّأْنِ عَلَى قُلُوبِ الذِّئَابِ، أَفَاضِلُهُمْ فِي أَنْفُسِهِمُ الْمُدَاهِنُ، قِيلَ وَمَنِ الْمُدَاهِنُ؟ قَالَ: الَّذِي لَا يَأْمُرُ وَلَا يَنْهَى۔ (مسند الحارث:768۔ حلیة الاولیاء:59/6)

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ: رات اور دنوں کا یہ سلسلہ ختم نہیں ہوگا (یعنی قیامت نہیں آئے گی) یہاں تک کہ قرآن کریم اِس امّت کے قلوب میں پرانے کپڑے کی طرح پرانا ہوجائے گا اور قرآن کریم کے علاوہ دوسری چیزیں اُن کو زیادہ محبوب ہوجائیں گی، اُن کا سارا کا سارا معاملہ لالچ اور حرص پر مبنی ہوجائے گا، اُنہیں اللہ تعالیٰ کا کوئی خوف نہ ہوگا، اگر اللہ تعالیٰ کے کسی حق میں کوتاہی کریں گے تو اُنہیں اُن کی امیدیں اور آس کمزور کردیں گی (یعنی نیکی کے ارادے اللہ تعالیٰ کے ساتھ امیدوں کی وجہ سے مضمحل ہوجائیں گے) اور اگر اللہ تعالیٰ کے کسی منع کردہ حرام کام کا ارتکاب کریں گے تو یہ کہیں گے کہ اللہ معاف کرنے والا ہے، وہ میرے گناہ سے درگزر کردے گا، وہ لوگ بھیڑیوں کے قلوب پر بھیڑ کی کھالیں پہنیں گے (یعنی اُن کے جسموں پر تو اون کا لباس ہوگا لیکن دل بھیڑیوں کی طرح سخت خونخوار ہوں گے) اُن کے افضل لوگ (اہلِ علم) دین کے اندر مداہنت کا شکار ہوجائیں گے، یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کردیں گے۔

تشریح: حدیث کا مفہوم بالکل واضح ہے اور ایک ایک جز دورحاضر پر منطبق ہے۔ نہ تلاوت قرآن کا شغف رہ گیا ہے اور نہ اسے سمجھ کر اس کی تعلیمات پر عمل کرنے کا جذبہ۔ جو کچھ پڑھنا پڑھانا نظر آتا ہے، اس میں بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو اسے دنیا کمانے کا ذریعہ بنائے ہوئے ہیں، یہاں بھی اخلاص ندارد ہے۔ رہے امت کے بقیہ افراد تو لھو ولعب اور گانے بجانے ہی میں مشغول ہیں۔ امت کی بڑی تعداد تو شاید قرآن کریم دیکھ کر بھی پڑھ نہ سکے۔ یہی حال دین کے بقیہ احکامات کا بھی ہے، کہ اگر دنیا کا کوئی فائدہ ہے تو کرلیا ورنہ اس کی کوئی پرواہ نہیں، اور اگر کوئی کہے کہ گناہ سے بچو، ورنہ آخرت میں پکڑ ہوگی تو صاف کہہ دیا جاتا ہے اللہ بہت مہربان ہے اور غفار ہے وہ ضرور معاف کردے گا۔ اور اس حقیقت کو فراموش کردیا جاتا ہے کہ وہ قہار اور جبار بھی ہے۔

مضامین ومقالات

حسن ظن

مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی

”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: حُسْنُ الظَّنِّ مِنْ حُسْنِ الْعِبَادَةِ“(رواہ ابو داؤد، کتاب الادب)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا گمان رکھنا بہترین عبادات میں سے ایک عبادت ہے۔

فکری وذہنی سکون کا ایک زبردست عامل دوسروں سے حسن ظن رکھنا بھی ہے اور جو شخص بھی میدان زندگی میں موجود ہے، اس کے لیے حسن ظن ایک قسم کی ضمانت واطمینان ہے۔ برخلاف بدظنی کے کہ یہ فکری فعالیت کو کند کردینے کے ساتھ کمال قدرت کے اظہار سے روک دیتی ہے۔

زندگی کی تاریک گلیوں میں روشنی کرنے والے چراغ کا نام حسن ظن ہے، جس کے سایہ میں افق فکر کو وسعت اور انسانی محبت میں نشوونما ہوتی ہے اور اسی طرح اس کے نظریۂ حیات میں تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے اور ایسے انسان کی نظر میں دنیا کا رنگ بہت ہی دلفریب ہو جاتا ہے اور پھر وہ تمام انسانوں کو روشنی میں دیکھتا ہے اور اسی لیے اس کی موافقت یا مخالفت میں بہت ہی واضح حکم لگا دیتا ہے، رنج وغم کے بادل چھٹ جاتے ہیں، امیدوں کی دنیا بہت ہی خوش رنگ ہو جاتی ہے اور معاشرے سے اس کے ظاہری و باطنی جذباتی روابط بہت ہی بہتر ہو جاتے ہیں۔

جس کے اندر بھی یہ خوبی پیدا ہو جاتی ہے، اس کے چہرے سے صرف خوشی ہی کی حالت میں نہیں، بلکہ رنج وغم کی صورت میں بھی مسرت وخوشی پھوٹ پڑتی ہے۔ منفی عوامل ودشواریوں میں بھی وہ اپنی درست رائے اور قوت ارادی کے ذریعے مشکلات کی گرہ کشائی پر قادر رہتا ہے اور اس کی روح سے سکون واطمینان کے نور کی جھلک ظاہر رہتی ہے۔

زندگی کے اندر مختلف اشخاص کے اعتماد کا حاصل کرنا بہت ضروری ہے اور اعتماد کرنے کے لیے لوگوں کی زندگی اور معاشرت میں حسن ظن کا دخیل ہونا واجبی چیز ہے، یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو ڈائریکٹ افراد و معاشرے پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اعتماد یا عدم اعتماد معاشرے کے اتحاد یا اختلاف کا سبب بنا کرتا ہے، افراد کے درمیان میں روابط جتنے گہرے وزیادہ ہوں گے معاشرہ کی ترقی بھی زیادہ اور جلد ہوگی۔ لوگوں کے درمیان الفت، باہمی تعاون او آپسی اعتماد معاشرے کے درمیان حسن ظن ہی کا ثمرہ ہوتا ہے۔

اس کے برخلاف جس معاشرے میں حسن ظن کا وجود نہ ہو اور ہر شخص دوسرے کو شک وتردید کی نظر سے دیکھتا ہو،

وہاں نہ صرف یہ کہ باہمی تعاون کا فقدان ہوتا ہے، بلکہ معمولی معمولی باتوں کی بنیاد پر الزام تراشی ہوا کرتی ہے اور ایسا معاشرہ ظاہری طور سے معاشرہ تو ہوتا ہے لیکن اس کے اندر مفید و ثمر بخش نتائج کا فقدان ہوتا ہے۔

ایک جہاں دیدہ کا قول ہے: ''حسن ظن ایمان کی ایک ظاہری شکل ہے، جب تک اس میں ایمان و امید کا وجود نہ ہوگا کوئی بھی کام انجام نہیں دیا جا سکتا ہے''۔ ایک شخص کا دوسروں پر اعتماد جتنا قوی ہوگا، دوسروں کا بھی اعتماد اس پر اتنا ہی قوی ہوگا اور یہ ایک ایسا عمل ہے جو بہر حال زندگی میں پیش آتا ہے۔

البتہ یہ بات ضرور ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ حسن ظن اور جلدی اعتماد کر لینے میں بہت زیادہ فرق ہے، کیوں کہ حسن ظن کا مطلب یہ نہیں کہ انسان ناشائستہ افراد کی ہر بات کو فوراً تسلیم کر لے۔ بغیر کسی تحقیق و تفتیش کے ہر ایرے غیرے کی بات مان لے، نیز حسن ظن کا دائرہ اتنا وسیع بھی نہیں ہے کہ مجرمین وعلی الاعلان فسق کرنے والوں پر لائق انطباق ہو۔

مختصر یہ کہ ایک ایسا قاعدہ نہیں ہے جو استثناء بردار نہ ہوا اور جو ہر حالت اور ہر وقت و ہر شخص پر قابل انطباق ہو۔ حسن ظن رکھنے والوں کو لوگوں سے حسن ظن رکھنے کے باوجود اپنی دور اندیشی اور ہوشیاری کو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہئے، بلکہ حسن ظن کے ساتھ ساتھ بہت محتاط رویہ رکھنا چاہئے اور اپنی فراست ایمانی سے جو اسے من جانب اللہ عطا ہوئی ہے، کام لیتے ہوئے دھوکہ کھانے سے بچنا چاہئے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

''لا یلدغ المومن من جحر واحد مرتین'' (بخاری)

(مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا)

اسلام نے اپنے پیروکاروں کے دلوں میں ایمان کی طاقت ایجاد کر کے ان کو خوش بینی و اعتماد کی طرف رغبت دلائی ہے اور معاشرے کو ایسا مجتمع بنانا چاہا ہے جو سکون و آرام سے بھرپور ہو، اسی بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ ایک دوسرے سے حسن ظن رکھا کریں اور مومن کے عمل کی صحیح اور شرعی تفسیر کیا کریں، یا اس کو فعل صحیح پر حمل کیا کریں، کسی بھی مسلمان کو کسی مسلمان کے فعل پر جب تک یقینی دلیل نہ ہو حمل بر فساد کرنے کا حق نہیں ہے۔

اللہ تعالی ارشاد ہے:

''لَوْ لَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَیْراً'' (سورۃ النور)

(کیوں نہ جب تم نے اس کو سنا تھا خیال کیا ہوتا ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں نے اپنے لوگوں پر بھلا خیال۔)

فتنۂ دجّال اور اس سے حفاظت کی تدابیر

بحر العلوم حضرت اقدس مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی زید مجدہ
استاذ دار العلوم دیوبند

الحمد للہ رب العالمین، والعاقبۃ للمتقین، والصلاۃ والسلام علی سید الأنبیاء والمرسلین، وعلی آلہ وصحبہ أجمعین. أما بعد:

قیامت کے وقوع کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں ہے، قیامت کا معاملہ بڑا سنگین اور ہولناک ہوگا، خدائے ذوالجلال نے اپنے فضل وکرم سے قیامت کی کچھ علامات اور نشانیاں مقرر کی ہیں؛ تاکہ لوگ اللہ کی طرف رجوع کریں اور حساب وکتاب کی تیاری کرلیں۔ صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت اُس وقت تک قائم نہ ہوگی، جب تک کہ تیس کے قریب جھوٹ بولنے والے دجّال پیدا نہ ہوجائیں۔ اُن میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے''۔ یہ مضمون حضرت ثوبان، حضرت علی، حضرت ابن عمر اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہم کی احادیث میں بھی مذکور ہے۔

دجّال کے معنیٰ ومطلب: دجّال کا لفظ عربی زبان میں جعل ساز، ملمّع ساز، فریبی، جھوٹے اور گمراہ کُن شخص کے لیے استعمال ہوتا ہے، جب کہ دجل کے معنیٰ کسی نقلی چیز پر سونے کا پانی چڑھانے کے ہیں۔ دجّال کا نام، دجّال اسی لیے رکھا گیا ہے کہ جھوٹ، فریب، دھوکا دہی، غلط بیانی اور دُنیا کی تمام ترخباثتیں اس کی مکروہ شخصیت کے نمایاں ترین وصف ہیں۔ اس کا ہر فعل، ہر عمل، ہر قول فتنہ وفساد کا سبب ہوگا۔ حضرت ابوقتادہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت ہشام بن عامرؓ سے سُنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حضرت آدمؑ سے لے کر قیامت تک کوئی مخلوق (فتنہ فساد میں) دجّال سے بُری نہ ہوگی۔'' (صحیح مسلم، 7395، 7396)۔

دجّال کا حُلیہ: مختلف احادیثِ مبارکہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دجّال کا جو حُلیہ بیان فرمایا، وہ اس طرح سے ہے۔ ''پستہ قد، بھاری بھرکم جسم اور مکروہ چہرے پر اُلجھے ہوئے بے ترتیب گھنگھریالے بالوں والا ایک شخص، جس کی دائیں آنکھ کانی اور بے نور ہوگی، اور بائیں آنکھ کی پتلی ابھری ہوئی باہر کو نکلی ہوئی ہوگی، جیسے انگور کا اُبھرا ہوا دانہ، دونوں آنکھیں ہی عیب دار ہونگی۔ اسی لئے احادیث میں ''اعور الیمنی'' اور ''اعور الیسری'' دونوں طرح کے الفاظ ہیں، دجال کا رنگ سُرخ اور دونوں آنکھوں کے درمیان یعنی پیشانی پر ''ک، ف، ر'' (کافر) لکھا ہوگا، جس کو ہر مومن پڑھ لے گا، خواہ وہ لکھنا پڑھنا جانتا ہو یا نہ جانتا ہو''۔

دجال کا ظہور: متعدد روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ملک شام میں لڑائی ہوگی، پھر صلح ہوجائے گی، مگر یہ صلح زیادہ دن تک باقی نہ رہے گی، اس کے بعد یورپ سے نو لاکھ ساٹھ ہزار فوجی لڑنے کے لئے آئیں گے اور مقام غوطہ میں مسلم فوجوں کے ساتھ لڑائیاں ہوں گی، اسی دوران دجال کا خروج اصفہان سے ہوگا۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''دجّال اصفہان کی یہودی بستی سے ظاہر ہوگا، اس کے ساتھ ستّر ہزار یہودی ہوں گے۔ انھوں نے سبز

رنگ کی شالیں کندھوں پر ڈال رکھی ہوں گی‘‘۔

دجال مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ بھی جانے کی کوشش کرے گا،لیکن اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ذریعہ اس کو ان دونوں مقدس شہروں میں جانے سے روک دے گا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو دجال کی خبر سن لے وہ اس سے دور رہے۔ اللہ کی قسم! آدمی اپنے آپ کو مومن سمجھ کر اس کے پاس آئے گا اور پھر اس کے پیدا کردہ شبہات میں اس کی پیروی کرنے لگے گا۔ (سنن ابی داؤد:4319)

دجال کے قیام کی مدت: صحیح مسلم میں حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’زمین میں اُس کے رہنے کی مدّت چالیس دن ہوگی، ان میں سے ایک دن ایک سال کی طرح ہوگا، ایک دن ایک مہینے کی طرح ہوگا اور ایک دن ایک ہفتے کی طرح۔ اس کے علاوہ باقی سارے دن تمہارے دنوں کی طرح ہوں گے۔‘‘ صحابہ نے عرض کیا ’’اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! وہ دن جو ایک سال کی طرح ہوگا، کیا اس میں ہمارے لیے ایک دن کی نماز کافی ہوگی؟‘‘ فرمایا ’’نہیں، بلکہ وقت کا اندازہ کر کے پورے سال کی نمازیں ادا کرنا ہوں گی۔‘‘ (اس کی تفصیل مستقل الگ سے لکھی جائے گی۔) پھر صحابہ کرام نے عرض کیا: ’’یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ زمین میں کس قدر سرعت کے ساتھ سفر کرے گا؟‘‘ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ’’اُس بادل کی طرح، جس کے پیچھے ہوا لگی ہو۔ وہ ایک قوم کے پاس جائے گا۔ انھیں دعوت دے گا۔ وہ اس پر ایمان لائیں گے اور اس کی باتیں مانیں گے، تو وہ آسمان (کے بادل) کو حکم دے گا، تو وہ پانی برسانے لگے گا۔ پھر وہ زمین کو حکم دے گا، تو وہ فصلیں اُگائے گی۔ شام کے اوقات میں اُن کے جانور (چراگاہوں سے) واپس آئیں گے، تو ان کے کوہان سب سے زیادہ اُونچے اور تھن دُودھ سے بہت بھرے ہوئے ہوں گے۔ پھر دجّال ایک اور قوم کے پاس جائے گا اور انھیں بھی دعوت دے گا، لیکن وہ اس کی بات کو ٹھکرا دیں گے، تو وہ قحط کا شکار ہو جائیں گے۔ اُن کے مال مویشی میں سے کوئی چیز ان کے ہاتھ میں نہیں ہوگی۔ وہ ویران زمین کے پاس سے گزرے گا، تو اس سے کہے گا کہ اپنے خزانے باہر نکال دے۔ چناں چہ زمین سے وہ خزانے نکل کر اس کے پیچھے اس طرح لگ جائیں گے، جس طرح شہد کی مکّھیاں اپنی سردار کے پیچھے ہو لیتی ہیں۔

دجال زمین میں ہر ایک شہر اور بستی میں جائے گا، لیکن وہ مکہ اور مدینہ میں داخل نہیں ہو سکے گا، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے علاوہ کوئی ایسا علاقہ نہیں ہوگا جسے دجال نہ روند سکے، مکہ اور مدینہ کے ہر راستے پر فرشتے ننگی تلواریں سونتے ہوئے پہرا دیں گے، پھر مدینہ اپنے مکینوں کے ساتھ تین مرتبہ ہلے گا، تو اللہ تعالیٰ ہر کافر اور منافق کو مدینہ سے نکال دے گا۔‘‘ (صحیح بخاری/1881)

مدینہ منورہ کی طرف جانے سے پہلے یہ واقعہ بھی پیش آئے گا کہ دجال ایک جوان کو بُلائے گا اور تلوار سے اس کے دو ٹکڑے کر دے گا اور دونوں ٹکڑے اس قدر فاصلے پر کر دیئے جائیں گے، جس قدر تیر مارنے والے اور نشانے کے درمیان فاصلہ ہوتا ہے۔ پھر وہ اسے بُلائے گا، تو وہ (زندہ ہو کر) دمکتے ہوئے چہرے کے ساتھ ہنستا ہوا آئے گا۔ اور کہے گا کہ اب تو

مجھے اور پختہ یقین ہو گیا کہ تو ہی دجال ہے، دجال پھر اس کو دوبارہ قتل کرنا چاہے گا، مگر اب اسے اس پر قدرت نہ ہوگی۔

مصنوعی جنّت اور دوزخ: شیطان کی طرح اللہ تعالیٰ نے دَجّال کو بھی قوانینِ قدرت میں سے چند چیزوں سے نوازا۔ وہ جب نمودار ہوگا، تو اس کے ساتھ مصنوعی جنّت و دوزخ ہوگی۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''دَجّال اپنے ساتھ جنّت اور دوزخ کی شبیہ بھی لائے گا۔ درحقیقت جسے وہ جنّت کہے گا، وہ آگ ہوگی اور جسے وہ جہنّم کہے گا، وہ دراصل جنّت ہوگی۔'' (صحیح بخاری، 3338)۔

حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا کہ ''جب دَجّال نکلے گا، تو اُس کے ساتھ آگ اور پانی دونوں ہوں گے، لیکن لوگوں کو جو آگ دکھائی دے گی، وہ ٹھنڈا پانی ہوگا اور جو ٹھنڈا پانی دکھائی دے گا، وہ جلانے والی آگ ہوگی، تو تم میں سے جو کوئی اُس کے زمانے میں ہو، تو اُسے اُس میں گرنا چاہیے، جہاں آگ ہو، کیوں کہ وہ انتہائی شیریں اور ٹھنڈا پانی ہوگا۔'' (صحیح بخاری، 3450)۔

دجال کے جھوٹے ہونے کی علامات: (1) وہ لوگوں کی آنکھوں سے نظر آ رہا ہوگا (حالاں کہ تم اپنے رب کو مرنے سے پہلے نہیں دیکھ سکتے)۔ (2) وہ کانا ہوگا حالانکہ تمھارا رب کانا نہیں ہوسکتا ہے۔ (3) اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ''کافر'' لکھا ہوگا، جس کو ہر مومن پڑھ لے گا، خواہ وہ لکھنا پڑھنا جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔

دَجّال کا سحر: حضرت اسماءؓ بنتِ یزید سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے گھر میں موجود تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، ''ظہورِ دَجّال سے تین سال قبل، آسمان ایک تہائی پانی اور زمین ایک تہائی فصل روک لے گی۔ جب دُوسرا سال آئے گا، تو آسمان دو تہائی پانی اور زمین دو تہائی فصلیں روک لے گی۔ پھر جب تیسرا سال شروع ہوگا، تو آسمان مکمل طور پر اپنا پانی اور زمین مکمل طور پر اپنی فصلیں روک لے گی۔ ٹاپوں والے اونٹ اور کُھروں والی گائیں، بیل، بھیڑیں، بکریاں، گھوڑے اور گدھے سب ہلاک ہو جائیں گے۔ اتنے میں اِدھر دَجّال پہنچ کر ایک دیہاتی شخص سے کہے گا، ''اگر مَیں تمہاری اونٹنیوں کو فربہ اور دُودھ سے بھرے تھنوں کی صُورت پیدا کر کے دکھاؤں، تو کیا تم مان لو گے کہ میں تمہارا ربّ ہوں؟'' وہ کہے گا، ''ہاں بالکل۔'' اس کے بعد شیطان اُس شخص کے اونٹوں کی شکل اختیار کرے گا، تو وہ شخص اس کے پیچھے لگ جائے گا۔ اسی طرح وہ دجّال ایک اور شخص سے کہے گا کہ ''اگر میں تمہارے باپ، بیٹے اور تم اپنے خاندان کے جن لوگوں کو پہچانتے ہو، سب کو زندہ کر دوں، تو کیا تم یقین کرلو گے کہ میں تمہارا ربّ ہوں؟'' وہ کہے گا، ''ہاں بالکل۔'' پھر دَجّال شیطانوں کو ان لوگوں کی شکل میں پیش کر دے گا۔ اس طرح وہ بھی اس کے پیچھے چلا جائے گا۔'' اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے اور گھر میں موجود سب لوگ رونے لگے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم واپس تشریف لائے، تو ہم سب رو رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پوچھا، ''تم لوگ کیوں رو رہے ہو؟'' مَیں (اسماء) نے کہا۔ ''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! آپؐ نے دجّال کے متعلق جو کچھ بیان فرمایا، اسے سُن کر رونا آ گیا۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اس وقت اہلِ ایمان کو کھانے پینے کی جگہ تکبیر، تسبیح اور تحمید کرنا کافی ہوگا۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، ''تم

لوگ مت روؤ، کیوں کہ اگر میری موجودگی میں دجّال کا ظہور ہو گیا، تو مَیں اس کا مقابلہ کرلوں گا اور اگر میرے بعد ہوا، تو ہر مسلمان کا خلیفہ اللہ تعالیٰ خود ہوگا۔''(مسندِ احمد، 27568)۔

دجال کا خاتمہ: موجودہ زمانہ کا استنبول (قسطنطنیہ) مسلمانوں کے ہاتھ سے چلا جائے گا اور پھر غوطہ کی لڑائی سے فارغ ہونے کے بعد اہل مدینہ اور دیگر مسلمانوں کے ہاتھوں وہ (قسطنطنیہ) فتح ہوگا، اور جس وقت مسلمان مالِ غنیمت کو تقسیم کر رہے ہوں گے، تو اچانک شیطان چیخ مار کر کہے گا: تمہارے بعد، تمہارے گھروں میں مسیح دجال پہنچ گیا ہے، مسلمان وہاں سے نکل پڑیں گے، حالانکہ یہ خبر غلط ہوگی، جب یہ ملک شام پہنچیں گے، تو پھر مسلمانوں اور دجالی لشکروں کے درمیان جنگ ہوگی، جس میں وہ ایک تہائی مسلمانوں کو شہید کر دے گا۔ ایک تہائی کو شکست دے کر بھگا دے گا اور ایک تہائی کو باقی چھوڑے گا۔ رات ہو جائے گی، تو بعض مومنین بعض سے کہیں گے کہ تمھیں اپنے رب کی خوشنودی کے لیے اپنے (شہید) بھائیوں سے جا ملنے (شہید ہو جانے) میں اب کس چیز کا انتظار ہے؟ جس کے پاس کھانے کی کوئی چیز زائد ہو وہ اپنے (مسلمان) بھائی کو دے دے۔ تم فجر ہوتے ہی (عام معمول کی بہ نسبت) جلدی نماز پڑھ لینا، پھر دشمن سے جنگ پر روانہ ہو جانا۔ پس جب یہ لوگ نماز کے لیے اٹھیں گے، تو عیسیٰ علیہ السلام ان کے سامنے نازل ہوں گے اور نماز ان کے ساتھ پڑھیں گے۔ نماز سے فارغ ہو کر وہ (ہاتھ سے) اشارہ کرتے ہوئے فرمائیں گے: میرے اور دشمنِ خدا (دجال) کے درمیان سے ہٹ جاؤ (تا کہ مجھے دیکھ لے)، حضرت عبداللہ بن عمرو نے یہ فرمایا کہ: (ایسا گھل جائے گا) جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دجال کے خاتمے کو واضح طور پر بیان کیا کہ: عیسیٰ ابن مریم نازل ہوں گے۔ اور فرمائیں گے: میں عیسیٰ ابن مریم اللہ کا بندہ اور رسول ہوں، تم لوگ تین صورتوں میں سے ایک کو اختیار کرلو: (1) اللہ تعالیٰ، دجال اور اس کی فوجوں پر بڑا عذاب آسمان سے نازل کر دے۔ (2) ان کو زمین میں دھنسا دے۔ (3) ان کے اوپر تمھارے اسلحہ کو مسلط کر دے اور ان کے ہتھیاروں کو تم سے روک دے۔ مسلمان کہیں گے: اے اللہ کے رسول! یہ (آخری) صورت ہمارے لیے اور ہمارے قلوب کے لیے زیادہ طمانینت کا باعث ہے۔ چنانچہ اس روز تم بہت کھانے پینے والے (اور) ڈیل ڈول والے یہودی کو (بھی) دیکھو گے کہ ہیبت کی وجہ سے اس کا ہاتھ تلوار نہ اٹھا سکے گا۔ پس مسلمان ان کے اوپر مسلط ہو جائیں گے اور دجال جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھے گا تو سیسہ کی طرح پگھلنے لگے گا حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسے بابِ لُد پر قتل کر دیں گے۔ (مصنف عبدالرزاق/20834)

اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے دجال اور اس کے لشکر پر مسلمانوں کو مسلط کر دے گا۔ چنانچہ وہ ان سب کو قتل کر دیں گے۔ حتیٰ کہ شجر و حجر بھی پکاریں گے کہ اے اللہ کے بندے! اے رحمٰن کے بندے! اے مسلمان! یہ یہودی ہے۔ اسے قتل کر دے۔ غرض اللہ تعالیٰ ان سب کو فنا کر دے گا اور مسلمان فتح یاب ہوں گے۔

فتنۂ دجّال سے بچنے کی احتیاطی تدابیر: فتنۂ مسیح الدجّال سے حفاظت کے سلسلے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو چند چیزیں ایسی بتائی ہیں جن کے اختیار کرنے سے دجال کے فتنے سے بچا جا سکتا ہے:

۱-دجال کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنا: دجال کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے ان دعاؤں کے پڑھنے کا اہتمام کرنا جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے؛ اور اپنی امت کو ان دعاؤں کے پڑھنے کا حکم فرمایا کرتے تھے:

حضرت ابو ہریرہؓ اور کئی ایک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے روایت ہے، یہ دعا مانگا کرتے تھے:

"اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنْ عَذَابِ القَبْرِ، وَأَعُوذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ المَسِيحِ الدَّجَّالِ، وَأَعُوذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ المَحْيَا، وَفِتْنَةِ المَمَاتِ۔"

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تم تشہد سے فارغ ہو جاؤ، تو چار چیزوں سے پناہ مانگو، جہنّم کے عذاب سے، قبر کے عذاب سے، زندگی اور موت کی آزمائش سے اور مسیح دجّال کے شر سے۔" (صحیح مسلم، 1326)۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دُعا فرمایا کرتے تھے: "اے اللہ! میں قبر کے عذاب سے، دوزخ کے عذاب سے، زندگی اور موت کے عذاب سے اور کانے دجّال کے فتنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔" (صحیح بخاری، 832، 833، 1377)۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نمازوں میں دجّال کے فتنے سے پناہ مانگتے ہوئے سُنا۔" (صحیح مسلم، 1323، صحیح بخاری، 833، 7129)۔

۲-سورۂ کہف کی ابتدائی دس آیتوں کو یاد کرنا اور پڑھنے کا معمول بنالینا: دجال کے فتنوں سے جو محفوظ رہنا چاہتا ہو اس کو چاہیے کہ سورۃ الکہف کی ابتدائی یا آخری دس آیات کی تلاوت کرے۔ اس کی تلاوت دجال کے فتنے میں مبتلا ہونے سے بچا لیتی ہے۔ حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس مسلمان نے سورۂ کہف کی پہلی دس آیات حفظ کرلیں۔ وہ دجّال کے فتنے سے محفوظ کرلیا گیا۔" (صحیح مسلم، 1883)۔

۳-دجال سے دور رهنا: دجال سے جتنا دور رہنا ممکن ہو دور رہا جائے۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص دجال کے بارے میں سنے، اس کو اس سے دور رہنا چاہئے، اللہ کی قسم مؤمن یہ خیال کر کے اس کے پاس آئے گا کہ وہ تو مؤمن ہے (دجال کے فتنہ سے بچ جائے گا) لیکن دجال کے ساتھ کی چیزوں کو دیکھ کر اسی کی اتباع کر بیٹھے گا (سنن ابوداؤد/ 4319)

۴-دجال کی جنت سے بچنا: دجال کے ساتھ جو جنت کی شکل ہوگی، اس سے بچے اور جو آگ کی شکل ہوگی اسی میں جانے کو اختیار کرے۔ کیونکہ جو آگ ہے وہی درحقیقت جنت ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دجال کے ساتھ دو چلتے ہوئے دریا ہوں گے۔ دونوں میں سے ایک بظاہر سفید رنگ کا پانی ہوگا اور دوسرا بظاہر بھڑکتی ہوئی آگ ہوگی۔ اگر کوئی شخص اس کو پالے تو اس دریا کی طرف آئے جسے وہ آگ (کی طرح) دیکھ رہا ہے اور اپنی آنکھ بند کرے۔ پھر اپنا سر جھکائے اور اس میں سے پیے تو وہ ٹھنڈا پانی ہوگا۔

اللہ تعالیٰ تمام ایمان والوں کی فتنہ دجال سے حفاظت فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

شام کی شام، صبح نو کا پیغام

فیصل احمد ندوی استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

سرزمینِ شام کی حیثیت ہمیشہ مسلم رہی۔دمشق، حلب، بُصریٰ کا شمار دنیا کے قدیم شہروں میں ہوتا ہے۔بُصریٰ رومیوں کے آخری دور میں بیزنطینی سلطنت کا ایک پایۂ تخت تھا۔حضرت عمر کے دورِ خلافت میں 13ھ-19ھ مطابق 633-640ء کے عرصے میں پورا ملک فتح ہو کر خلافت اسلامیہ کے زیرِ نگیں آ گیا۔اور اس کی ترقی کا نیا دور شروع ہوا، اور پورے دورِ خلافت میں صنعت وحرفت، تہذیب وثقافت اور علم وادب کی خدمت میں شام کا علاقہ گوہرِ تاباں کی طرح مسلسل چمکتا رہا۔

یہاں تک کہ بیسویں صدی میں مغربی طاقتوں نے خلافت عثمانیہ کو کمزور سے کمزور کرنے کے لیے سازشوں کا لامتناہی سلسلہ شروع کیا۔اسی ضمن میں عربوں میں عرب قوم پرستی کا صور اس وقت سے پھونک دیا گیا کہ وہ خلافت عثمانیہ سے علاحدگی کے لیے کمربستہ ہو گئے۔نتیجتاً ۸/مارچ 1920ء کو شام کی آزادی کا اعلان کر دیا گیا، اور اس کو کاٹ کر چار ممالک بنائے گئے: سوریا، اردن، لبنان اور فلسطین۔لیکن یہ ایک دھوکہ تھا، اس لیے کہ برطانیہ اور فرانس نے عرب ملکوں کا آپس میں بٹوارا کر لیا تھا۔عراق اور فلسطین انگریزوں کو اور شام فرانس کو دیا جا چکا تھا؛ چناں چہ اعلانِ آزادی کے بعد 11/مارچ (1920ء) کو جب شریف مکہ حسین کے بیٹے فیصل نے بادشاہت کا اعلان کیا تو فرانس نے الٹی میٹم دے دیا اور فرانسیسی انتداب (Mandate) قبول کرنے، جبری فوجی بھرتی ختم کر دینے اور فرانسیسی سکہ قبول کرنے کا فوری مطالبہ کیا گیا۔اس کے ساتھ اسی ہزار فرانسیسی فوج نے دمشق کی طرف بڑھنا شروع کی۔نئی حکومت کے 34 رسالہ وزیر جنگ یوسف بک العظمہ نے دو ہزار نیم مسلح نوجوانوں کے ساتھ مقابلہ کیا۔نتیجہ ظاہر تھا، سب ایک ایک کر کے شہید ہو گئے۔امیر فیصل نے صحرائے شام کی راہ لی، اور دمشق پر فرانس کا قبضہ ہو گیا۔

پھر اس کے بعد شام بڑے انقلابات سے گزرا، مختلف تغیرات، حوادث اور ناگفتہ بہ واقعات کے بعد جنگ عظیم دوم کے دوران میں اتحادیوں نے دسمبر 1941ء میں شام کو آزادی دینے کا اعلان کیا۔اس کے باوجود فرانس نے تین سال تک لیت ولعل سے کام لیا۔اگرچہ 11/مارچ 1943ء کو شام کے ایک عظیم انقلابی رہنما شکری القوَّتلی کو جمہوریۂ شام کا پہلا صدر منتخب کیا گیا تھا۔ مگر فرانس نے پورے اختیارات یکم جنوری 1944ء کو منتقل کیے۔اور 15/اپریل 1946ء کو فرانسیسی فوجوں نے ملک چھوڑا۔

پھر متعدد بار فوجی انقلابات آئے، اور کچھ کچھ عرصے کے لیے جمہوری حکومتیں بھی قائم ہوئیں، اور تین دفعہ شکری القوتلی ملک کے جمہوری صدر منتخب ہوئے۔شام کے فوجی عناصر، شام کو خالص کمیونسٹ ریاست میں تبدیل کرنا چاہتے تھے۔ان حالات میں اخوان المسلمون کے بشمول شام کے اشتراکیت مخالف حلقوں نے مناسب سمجھا کہ شام کا مصر سے الحاق کر لیا جائے۔شکری القوتلی بھی اس میں پیش پیش تھے۔

آخرکار 22/فروری 1958ء کو ''الجمهورية العربية المتحدة'' کے نام سے مصری وشامی متحدہ حکومت

قائم ہوئی۔ جمال عبدالناصر اس متحدہ حکومت کے صدر اور قاہرہ اس کا پایۂ تخت قرار پایا۔ اور سوریا کی حیثیت اس کے ایک صوبے کی ہوئی۔ جمال عبدالناصر کے طرزِ عمل نے اہلِ شام کو مصر سے متنفر کر دیا۔ یہاں تک کہ 28/ستمبر 1961ء کو شام کے فوجی انقلاب نے اس اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا۔ معلوم ہو کہ شام میں ایک عیسائی میشل عفلق نے 1940ء میں البعث پارٹی قائم کی، جس کی بنیاد خالص قومیت عربیہ پر تھی۔ دوسری طرف اشتراکی عناصر بھی شام میں مضبوط ہو رہے تھے۔ مصر سے علاحدگی کے بعد پارلیمانی انتخاب ہوا، تو اس میں غیر اشتراکی اور غیر بعثی عناصر کو زبردست اکثریت سے کامیابی حاصل ہوئی۔

اس وقت جب نئی منتخب حکومت کا اعلان ہونے والا تھا کہ 8/مارچ 1963ء کو شام میں ایک فوجی انقلاب آ گیا، اس کا اصل مقصد شام میں اسلامی عناصر کو کمزور کرنا تھا۔ اس کے پس پشت ناصر کی کوششیں کارفرما تھیں۔ اور اب شام میں البعث پارٹی کی فوجی حکومت تھی، جس کے صدر جنرل امین الحافظ تھے۔ فوج میں اکثریت دروزیوں اور علویوں کی تھی۔ (دروزیوں اور علویوں کے عقائد دیکھیں تو بالکل ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا۔ تفصیلات سے قطع نظر مختصر یہ کہ وہ ارکانِ اسلام ہی کو نہیں مانتے۔) جب کہ شام میں ۸۰/فیصد مسلمان سنی ہیں۔ دسمبر 1965ء میں بعث پارٹی دائیں اور بائیں دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ 23/فروری 1966 کو بعث پارٹی کے انتہا پسند بائیں بازو نے صدر امین الحافظ کی حکومت کا تختہ پلٹ دیا۔ اب نور الدین اتاشی شام کے صدر بن گئے۔

اشتراکی عناصر نے مذہب اور معیشت دونوں لحاظ سے تشدد کا راستہ اختیار کیا۔ خاص طور پر اسلامی عناصر کو چن چن کر نشانہ بنایا گیا۔ ساتھ ساتھ سرکاری جریدے میں اسلام پر کھلم کھلا حملے شروع ہوئے۔ نتیجتاً مسلمانوں نے سخت احتجاج کیا۔ حکومت نے پرامن طریقے سے انھیں مطمئن کرنے کے بجائے تشدد کا راستہ اختیار کیا۔ یہاں تک کہ جامع اموی میں گولہ باری کر کے عین حالت نماز میں لوگوں کو شہید کیا گیا۔ لوگوں کی داڑھیاں نوچی گئیں، اور ناخن اکھاڑے گئے۔ اسی دوران میں 1967ء کی عرب اسرائیل جنگ پیش آئی۔ اسرائیل نے مصر اور اردن کی فوجوں کو شکست دینے کے بعد شام کا رخ کیا۔ شامی فوج ان کا کیا مقابلہ کرتی، وہ تو اپنے لوگوں کو کچلنے میں مصروف تھی۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ حافظ الاسد جو اس وقت وزیر دفاع تھا، اس نے پانچ ملین ڈالر کے بدلے میں اسرائیل سے خفیہ ڈیل کی، اور ان کے مقابلے سے پسپائی اختیار کی۔ اس چیز نے اسرائیل کو موقع فراہم کیا، چناں چہ اس نے آگے بڑھتے ہوئے جبل جولان کے علاقے میں کئی سو مربع میل کے رقبے پر قبضہ کر لیا۔

دوسری طرف بعث پارٹی اپنی کارستانیوں کی وجہ سے عوام میں نہایت مبغوض تھی۔ بعث پارٹی کی اندرونی کشمکش بھی زوروں پر تھی۔ ان حالات میں دائیں بازو سے تعلق رکھنے والے فوجی جنرل حافظ الاسد نے 13/نومبر 1970ء کو نور الدین اتاشی کی حکومت کا تختہ پلٹ دیا، اور شام کے صدر بن گئے۔ اب ظلم واستبداد کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے۔ بعث پارٹی کی حکومت کے آغاز ہی سے مسلمانوں کے لیے زمین تنگ ہوتی جا رہی تھی۔ حافظ الاسد جن کا تعلق نصیری فرقے سے تھا، ابتداءً اس نے کچھ اعتدال پسندی کا مظاہرہ کیا؛ لیکن 1973ء میں نیا دستور بنا کر اس نے وسیع اختیارات اپنے ہاتھ میں لیے، تو اس کے خلاف پورے شام میں زبردست مظاہرے ہوئے۔ جس کے نتیجے میں سینکڑوں افراد کو جیلوں میں ٹھونس دیا گیا۔

اس کے ردِّعمل کے طور پر حماۃ میں چند سالوں کے بعد حکومت کے مخالفین نے ایک مسلح جنگجو دستہ تشکیل دیا، جس کا مقصد یہ تھا کہ حکومت میں زیادہ عمل دخل رکھنے والے وزیروں اور عہدے داروں کو نشانہ بنایا جائے۔ اس کو دبانے کے لیے حکومت نے اپنا شکنجہ مضبوط کیا۔ چناں چہ سینکڑوں لوگوں کو مارا گیا، یا جیلوں میں بند کر دیا گیا، یعنی کھلی ڈکٹیٹر شپ تھی کہ بہر صورت عوام کی آواز کو دبا دیا جائے، لیکن آزادی پسند عوام جو عرصے سے فوجی حکومت کی مار جھیل رہے تھے، وہ خاموش بیٹھنے والے نہیں تھے۔

چناں چہ اس مسلح دستے نے حلب کے توپ خانے پر حملہ کر کے دسیوں نصیری جنرلوں کو قتل کیا۔ حکومت نے اخوان المسلمون کو اس کا ذمہ دار قرار دیا۔ 26/ جون 1980ء کو حافظ الاسد کو ٹھکانے لگانے کی پلاننگ کی گئی، جو ناکام ہوئی۔ اس کا الزام بھی اخوان المسلمون پر آیا۔ اس کے ردِّعمل میں حکومت نے ہزاروں لوگوں کو تدمر کے جیل میں بند کر دیا، جیل میں ایک خونی کھیل کھیلا گیا، اور ایک ہزار سے زیادہ قیدیوں کو تہِ تیغ کیا گیا، جن میں سے بڑی تعداد اسلام پسندوں کی تھی۔

چند ہی دنوں میں 7/ جولائی 1980ء کو ایک قانون بنایا گیا اور اخوان المسلمون پر پابندی لگائی گئی۔ اس دفعہ کے الفاظ یہ تھے: "تنظیم اخوان المسلمون سے تعلق رکھنے والا مجرم قرار پائے گا، اور اس کو پھانسی کی سزا دی جائے گی"۔ پھر اخوان المسلمون سے تعلق کے شبہے میں سینکڑوں لوگوں کو شہید کیا گیا۔ 2/ فروری 1982ء کو حماۃ پر دھاوا بولا گیا۔ پورے شہر کی ناکہ بندی کی گئی، بجلی پانی اور باہر سے رابطے پورے طور پر منقطع کیے گئے، اور مسلسل 27/ دن قتل و خون کا کھیل جاری رہا۔ چالیس ہزار لوگ قتل کیے گئے۔ سترہ ہزار سے زیادہ لاپتہ ہو گئے۔ سینکڑوں رہائشی مقامات منہدم کیے گئے۔ یہاں تک کہ مسجدیں بھی ان کے ظلم سے محفوظ نہیں رہیں۔ بعض خاندان مردوں عورتوں بچوں سمیت پورے کے پورے ختم کیے گئے۔ اسپتالوں میں داخل ہو کر بیماروں کو مار ڈالا گیا۔ حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کیے گئے۔ اور نومولود بچوں کو بھی نہیں بخشا گیا۔ مظالم کی تفصیلات بیان نہیں کی جاسکتیں۔ اسی کے آس پاس کے زمانے میں شام کے دسیوں کبار علماء ہجرت پر مجبور ہو گئے۔ 10/ جون 2000ء کو دنیا حافظ الاسد سے پاک ہوئی۔

بعث پارٹی نے اس کے بیٹے بشار الاسد کو بتاریخ 10/ جولائی 2000ء سوریا کا صدر منتخب کیا، جب اس کی عمر پینتیس سال کی تھی۔ (ولادت 11/ ستمبر 1965) ابتداءً اس کو باپ سے بہتر سمجھا گیا۔ یہاں تک کہ فروری 2002ء میں جب ہمارا شام کا سفر ہوا تو بعض علماء کو ایک خطاب میں ہم نے خود یہ کہتے ہوئے سنا کہ بشار الاسد کے صدر ہونے کے بعد ہمیں پہلے سے زیادہ سہولت ملی ہے۔ مگر یہ ان کی خوش فہمی یا بشار کو حکمت کے ساتھ رجھانے کی کوشش تھی۔

اس لیے کہ 2011ء میں عرب بہاریہ کے بعد بشار نے سوریا میں مطالبات کو لے کر احتجاج کرنے والوں پر جو مظالم کیے، اس کی مثال کسی ملک میں نہیں ملتی۔ اپنے بے گناہ ہم مذہبوں پر ہونے والے مظالم سنّی فوجیوں کے لیے بھی ناقابلِ برداشت ہو گئے۔ مظالم کا سلسلہ روکنے کی جب ان کی درخواست نہیں سنی گئی، تو انھوں نے شامی فوج سے علاحدہ ہونے کا فیصلہ کیا؛ چناں چہ 3/ اگست 2011ء کو ایک فوجی جنرل ریاض موسیٰ الاسعد نے "الجيش السوري الحر" یعنی

آزادسوری لشکر کے نام سے سات ہزار مسلح سپاہیوں پر مشتمل ایک فوج تشکیل دی۔اس نے بہت جلد شام کے پچہتر فیصد حصے پر قبضہ کرلیا، اور بشاری فوج ان کے سامنے بے بس ہوگئی۔ یہ صورت حال دیکھ کر بشار نے روس اور ایران سے مدد کی درخواست کی۔ان دونوں نے شام میں براہ راست اپنے عمل دخل کی شرط پر مدد کا وعدہ کیا۔بشار اپنی کرسی بچانے کے لیے اس پر راضی ہوگیا۔اب درحقیقت روس اور ایران کی شام میں حکومت تھی، اور بشار ان کے ہاتھ میں کھلواڑ تھا۔

قریب تھا کہ آزاد سوری لشکر دمشق پر قبضہ کرلے، روس اور ایران نے اپنی پوری طاقت لگائی کہ اس کو پسپائی اختیار کرنی پڑی، اور اس نے سوریا کے شمال میں اپنی سرگرمیاں محدود کیں۔2014ء کے وسط تک سرکاری فوج دو تہائی زمین روس اور ایران کی مدد سے واپس حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی، اور شامی حکومت کو قوت حاصل ہوگئی۔اس کے بعد جوشِ انتقام نے بشار کو جیسے پاگل کردیا ہو، ظلم وجبر کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوا۔مختصر یہ کہ دولاکھ لوگ مارے گئے۔اور دو لاکھ سولہ ہزار کو سیاسی قیدی قرار دے کر جیلوں میں ٹھونس دیا گیا۔اور لاکھوں لوگ جبری ہجرت پر مجبور ہوگئے۔

ہجرت کے دوران میں ہزاروں لوگ اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔اس وقت صرف ترکی میں سرکاری ریکارڈ کے مطابق پانچ ملین یعنی پچاس لاکھ شامی مہاجرین موجود ہیں۔اور سینکڑوں مہاجرین نے یورپین ممالک کا رخ کیا۔اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ بشار الاسد کی زیادتی کی وجہ سے آبادی کا کتنا بڑا حصہ بے گھر ہوچکا ہے۔اور جو سوریا میں باقی تھے، وہ آزادی سے محروم اور بے زبان ہوکر رہ گئے تھے۔جن دولاکھ افراد کو سیاسی قیدی بنایا گیا تھا، ایمنسٹی انٹرنیشنل کی رپورٹ کے مطابق ان میں سے تیرہ ہزار لوگوں کو صرف چار سال (2011ء-2015ء) میں جیل کے اندر تختۂ دار پر چڑھایا گیا۔اس کے بعد کتنے لوگوں کو پھانسی دی گئی، اس کی تفصیلات معلوم نہیں۔

حالیہ انقلاب جو"ردع العدوان" (یعنی ظلم وجبر کی روک تھام) کے نام سے 27/نومبر 2024ء کو شروع ہوا۔ اس کی ابتدا یوں ہوئی کہ درعا میں کچھ بچوں نے دیوار پر لکھا: "یسقط بشار"، یعنی بشار کی حکومت گر رہی ہے۔ بشاری فوج نے ان بچوں کو پکڑ کر سر کے بل لٹکا دیا، اور ان کے ناخن اکھاڑے اور لکھا "یسقط ربک ولا یسقط بشار"۔ بچوں کے باپ ان کو لینے فوج کے پاس گئے تو انھوں نے نہایت خباثت کا معاملہ کیا، کہنے لگے کہ یہ بگڑی ہوئی پود ہے، اپنی عورتوں کو ہمارے حوالے کرو، ہم ان سے اچھی نسل پیدا کریں گے، اور: "لا إله إلا بشار" کہنے لگے۔اس پر لوگ بھڑک اٹھے، اور شمال مغرب میں حکومت مخالف فورس نے 27/نومبر 2024ء کو اس صریح ظلم وزیادتی کا بدلہ لینے کی ٹھانی۔

ابتداءً ان کے اور ایرانی ملیشیا کے درمیان سخت ٹکر ہوئی، لیکن خدا کی شان کہ تیسرے دن حکومت مخالف فورس حلب تک پہنچنے میں کامیاب ہوئی، جو شمالی سوریا کا سب سے بڑا اور عظیم تاریخی شہر ہے۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے حلب پر ان کا قبضہ ہوگیا، اور وہ آگے بڑھتے چلے گئے، اور بغیر خون خرابے کے نہایت تیزی کے ساتھ ڈرامائی انداز میں صرف 11/دن میں حلب، حمص، حماۃ جیسے مرکزی شہروں سمیت خود پایۂ تخت دمشق پر کل 8/دسمبر 2024ء کو ان کا قبضہ ہوگیا۔اور تین سال

پہلے (بتاریخ ۱۵/اگست ۲۰۲۱ء) طالبان کی افغانستان پر پرامن قبضے کی یادتازہ ہوگئی۔

بشار نے ردع العدوان کے ابتدائی دنوں ہی میں متعدد ملکوں بالخصوص اپنے دونوں دوست اور حلیف ممالک ایران اور روس سے مدد طلب کی۔ جب کسی نے مدد کی حامی نہیں بھری تو بشار کو اپنے سقوط کا یقین ہوگیا، چناں چہ اسی وقت اس نے اپنے بیوی بچوں کو روس روانہ کیا۔ لیکن ابھی وہ اپنے دوستوں کی مدد سے مایوس نہیں ہوا تھا، اس لیے خود دمشق میں رکا رہا، لیکن جب حکومت مخالف فورس نے دمشق کی طرف پیش قدمی کی تو اسے پورا یقین ہوگیا کہ یہاں باقی رہنے کا مطلب تختۂ دار پر چڑھنا ہے، چناں چہ قبل اس کے کہ مخالف فوج دمشق پہنچے، وہ وہاں سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوا، اور روس میں پناہ لی۔ جہاں جہاں مجاہدین یعنی حکومت مخالف فورس کا قبضہ ہوگیا، وہ جیل کھول کر یا توڑ کر قیدیوں کو رہا کرتے گئے۔

چناں چہ آج 9/دسمبر کی شام تک بیس ہزار سے زیادہ قیدی رہا کیے جا چکے ہیں۔ سب سے دل دوز اور ناقابل یقین معاملہ ''صیدنایا جیل'' کا ہے۔ یہ دنیا کی سب سے بڑی اور سب سے وحشت ناک جیل ہے، جو دمشق سے تیس کلومیٹر دور شمال میں پہاڑی علاقے پر واقع ہے۔ اس کا رقبہ تقریباً ڈیڑھ مربع کلومیٹر ہے۔ گراؤنڈ فلور کے ساتھ دو فلور اور زیر زمین تین فلور ہیں۔ اس میں ڈیڑھ کروڑ قیدیوں کی گنجایش ہے۔ 1987ء میں حافظ الاسد نے اس کو قائم کیا تھا۔ اس میں قیدیوں کے ساتھ جو کارروائیاں کی جاتی ہیں، دنیا کی نظروں سے ان کو مخفی رکھنے کی پوری کوشش کی جاتی ہے، اسی لیے دنیا کے سب سے مخفی ترین مقامات میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ بڑی مشکل اور بھاری رقم خرچ کرنے کے بعد بعض تحقیقی ادارے وہاں پہنچ سکے تھے۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل نے 2017ء میں اپنی رپورٹ میں اس کو انسانی سلاٹر ہاؤس یعنی مذبح خانہ قرار دیا تھا۔ اب دمشق پر قبضے کے بعد جب لوگ وہاں پہنچے تو ان کے ہوش وحواس اڑ گئے۔ اس میں پھانسی کے پھندے، انسانی اعضا ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے لیے مشینیں، نمک کا بڑا ذخیرہ، شمشان گھاٹ، ایک طرف انسانی ہڈیوں کا ڈھیر اور وہ سب کچھ ہے، جس سے لوگوں کو اندر ہی اندر ختم کیا جائے، اور باہر اس کا پتا بھی نہ چلے۔ کچھ عرصے قبل لوگوں نے اس کے قریب کی نالیوں میں خون بہتا ہوا دیکھا تھا۔

کہتے ہیں کہ گزشتہ دس سال کے عرصے میں تیس سے پینتیس ہزار قیدیوں کو جیل کے اندر مختلف طریقوں سے قتل کیا جا چکا ہے۔ بقول کسے: بدنام زمانہ گوانتاناموبے جیل اس کے سامنے ''عشرت کدہ'' ہے۔ ان دو دنوں میں جیل کی جو تصویریں اور ویڈیو سامنے آئی ہیں، اس سے پوری دنیا کے انسانوں کی عقلیں دنگ ہیں۔ خفیہ دروازوں تک ابھی تک رسائی نہیں ہوسکی ہے۔ فورس کے افراد کے ساتھ وہ سب لوگ وہاں جمع ہو رہے ہیں، جن کو اپنے رشتہ دار اور متعلقین کے یہاں ہونے کی توقع ہے۔ وہ جیل میں موجود ریکارڈ دیکھ رہے ہیں، کاغذات الٹ پلٹ کر رہے ہیں کہ شاید ان کے آدمی کا نام نظر آئے، اور پتا چل سکے کہ ان کو مارا جا چکا ہے، یا ابھی زندہ ہیں۔ جیل کے محافظ اور جلاد بھاگ چکے ہیں۔ دنیا کے ماہرین کو اس کے لیے بلایا جا رہا ہے۔ جاسوسی کتوں سے مدد لی جا رہی ہے۔ جیل کے دروازوں کا پتا بتانے والے کو جان کی امان کے ساتھ ایک لاکھ ڈالر دینے کا اعلان کیا گیا ہے۔ اندازاً ابھی تک یہاں ایک لاکھ کے قریب افراد خفیہ عقوبت خانوں میں یا زندہ ہیں یا مر چکے ہیں۔

اس جیل کی صورت حال اب تک جو سامنے آئی ہے، اس سے پوری دنیا میں لوگ بیک زبان کہہ رہے ہیں کہ تعذیب کی یہ شکلیں دنیا کے کسی جیل میں نہیں ہیں! ایک جیل کھولی گئی تو اس میں سے عورتیں نکلیں، وہ سمجھ نہیں پا رہی تھیں کہ یہ کیا ہوا؟ لوگ کہہ رہے تھے گھر چلیے انقلاب آچکا ہے۔ ایک جیل سے چند نوجوان رہا ہوئے تو خوشی سے انھوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا، اور قسمیہ بیان دیا کہ آج 8/ نومبر کو ہماری پھانسی کی تاریخ تھی۔ اگر یہ انقلاب نہ ہوتا تو ہم پھانسی کے پھندے کو چوم چکے ہوتے۔ ایسے ایسے لوگ رہا ہوئے، جن میں سے کوئی بتیس سال اور کوئی اڑتیس سال جیل کی تاریکیوں میں رہا، ایسے لوگ بھی نکلے جو کھڑے نہیں ہو سکتے تھے، ان میں ایسے لوگ بھی نظر آئے، جو جسمانی اور ذہنی اذیتوں کی وجہ سے اپنی عقلیں کھو چکے ہیں اور ان میں ایسے بھی ہیں، جو صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ ہیں۔ کہاں تک لکھا جائے۔

چند ہی دنوں میں یقیناً ''صیدنایا جیل'' پر مستقل کتابیں آئیں گی۔ کوئی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ کتنے ہزاروں بلکہ لاکھوں کا خون اس خونی انسانیت کے مجرم بشارالاسد کی گردن پر ہے۔ یہ ایسا صالح انقلاب ہے جس کی مثالیں تاریخ میں مشکل سے ملیں گی! ایسے ظالم وجابر کا تختہ، جس کے خاندان کا 55/ سال سے شام میں دبدبہ تھا، بغیر خون خرابے کے پلٹا گیا۔ قائدِ انقلاب ابومحمد الجولانی نے بار بار اعلان کیا کہ سرکاری املاک کو بالکل نقصان نہ پہنچایا جائے، نہ کسی طرح کہیں لوٹ مار کی جائے، نہ کسی کا خون کیا جائے۔ غیر سنی فرقوں اور عیسائیوں کو بھی انھوں نے یقین دلایا کہ مطمئن رہیں، ان پر کوئی زیادتی نہیں ہوگی۔ اب تو مغربی میڈیا اور مغرب زدہ مشرقی میڈیا کو یقین ہونا چاہیے کہ انقلاب کے قائدین دہشت گرد اور باغی نہیں ہیں، بلکہ طویل ظلم وستم کی تاریخ کو بدلنے والے انقلابی مجاہدین ہیں، جنھوں نے صرف ملت اسلامیہ کے مجرم نہیں، بلکہ انسانیت کے مجرم کو نشانۂ عبرت بنایا، جس پر پوری دنیا کو ان کا شکر گزار ہونا چاہیے۔

امید ہے کہ اس سے شامی عوام پر مسلط ایک صدی کے مظالم کا خاتمہ ہو جائے گا، اور اب نئی صبح میں وہ سانس لیں گے، لاکھوں شامی مہاجرین بھی اپنے اپنے گھروں کو لوٹ آئیں گے، اور شام اب آخری معرکے کی تیاری کرے گا، جس کی خبر صحیح حدیثوں میں دی گئی ہے کہ اس وقت پوری دنیا کے مسلمانوں کی پناہ گاہ شام کی سرزمین ہوگی۔ شام کے فضائل، اس کی سکونت اور اس کی طرف مسلمانانِ عالم کی ہجرت وغیرہ سے متعلق حدیثیں اس کثرت سے ہیں کہ متعدد کتابیں اس موضوع پر قدیم وجدید مصنفین نے لکھی ہیں۔ ہم یہاں اختصار کے پیش نظر صرف ایک صحیح حدیث کے الفاظ لکھتے ہیں: **عن أبي الدرداء أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ''إن فسطاط المسلمين يوم الملحمة بالغوطة إلى جانب مدينة يقال لها دمشق، من خير مدائن الشام.''** (ابو داود، کتاب الملاحم، باب المعقل في الملاحم، نمبر 4298) اور متعدد روایتوں میں ''**معقل المسلمين أيام الملاحم دمشق**'' کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ ان روایتوں کی بنیاد پر اہل ایمان کو یقین تھا کہ شام سے اس ظالم وجابر حکومت کا خاتمہ قطعی ہے، اس لیے کہ اس کو قیامت کے مراحل کے لیے تیاری کرنی ہے جس کے آثار شروع ہو چکے ہیں اور صحیح العقیدہ مسلمانوں کی عادلانہ اور پرامن حکومت کے بغیر یہ ممکن نہیں۔

اسلام میں عورت کا مقام

مولانا محمد ناصر ندوی پرتاپ گڑھی

اسلام سے پہلے دنیا کی تہذیب یافتہ قوموں میں عورت کا کوئی عمل دخل نظر نہیں آتا، اُس کی کسی حیثیت اور مقام کا تعیّن تاریخ کے اوراق میں عموماً نہیں ملتا، بلکہ اِن تہذیبوں میں اُس کی کم مائیگی و بے توقیری اِس انداز سے نظر آتی ہے کہ کہیں اُسے دامنِ تقدّس کا داغ، تو کہیں گھر کا اثاثہ، یا پھر کہیں انسانیت کا کانٹا تصوّر کیا جاتا رہا ہے، قدیم ترقی یافتہ قوموں میں بھی عورت کے تشخّص کے حوالے سے کوئی مساوی حقوق کی جھلک نظر نہیں آتی۔

قبلِ اسلام عرب معاشرت پر اگر نگاہ ڈالی جائے تو وہاں بھی عورت کی حالت ابتر اور ناگفتہ بہ ملتی ہے، اُسے صرف مرد کی نفسانی تسکین کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا، حتی کہ اُس کی پیدائش کو باعثِ شرم و عار تصوّر کرتے ہوئے کچھ بچیوں کو زندہ دفن کر دیا جاتا، عورت کے معاملہ میں ساری دنیا میں ایسے انسانیت سوز رویّے تھے، جو عورتوں کو انسان ہونے کا حق بھی دینے کے روادار نہ تھے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے عورت کا تقدّس اور اس کی تکریم وتوقیر ساری دنیا کے سامنے پیش فرمادی، اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے یہ پیغام تمام انسانیت کو سُنا دیا گیا کہ بیٹی کی پیدائش رحمتِ الٰہی کا موجب اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہے، اُس کی پرورش و پرداخت اور کفالت، اور اس کے ساتھ نیک سُلوک باعثِ نجاتِ جہنم ہے۔

یہ تمام شرف واعزاز اسلام ہی کے مرہونِ منّت ہیں کہ جس نے صرف عورتوں کے حقوق متعیّن کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا، بلکہ مردوں کے مساوی درجہ دے کر انسانیت کا اہم حصّہ قرار دیا، یعنی مرد اگر اپنے اہل کا راعی بنایا گیا تو عورت شوہر کے گھر کی راعیہ ہے اور اُس سے اِس کے متعلق باز پُرس ہوگی، (صحیح بخاری)۔

عورت کے اِسی مقام کی مزید تشریح ہمیں سنن ابنِ ماجہ میں اِس انداز سے ملتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''تم کو عورتوں پر بجز مخصوص حقوق کے کوئی دسترس حاصل نہیں ہے، لیکن ہاں جب کوئی گناہ کریں۔'' اِس حدیث مبارکہ میں واضح پیغام ہے کہ جس طرح پچھلی قوموں میں عورت کو اپنی مملوکہ اور محکومہ تصوّر کرتے ہوئے ہر طرح کا ناروا سلوک کیا جاتا تھا، اسلام نے اس غلط تصوّر کی بیخ کنی کردی، اور عورت کو مرد کا محکوم نہیں بلکہ ماتحت قرار دیا، یہاں ماتحت سے مراد چند ضروری اُمور میں وہ مرد کی پابند ہوگی، مگر اس کے علاوہ کسی بھی قسم کے توہین آمیز رویّے یا ظالمانہ سلوک کرنے کا اختیار مرد کو نہیں دیا گیا۔

اسلام نے خواتین کو زمانہ جاہلیت سے نجات دلا کر وہ بنیادی انسانی حقوق، آج سے چودہ سو سال قبل عطا کر دیئے تھے، جن حقوق کے حصول کیلئے مغربی معاشرے میں خواتین کو بیسویں صدی تک ایک طویل جدوجہد کرنی پڑی۔ روزِ اول سے اسلام نے عورت کے مذہبی، سماجی، معاشرتی، قانونی، آئینی، سیاسی اور انتظامی کردار کا نہ صرف اعتراف کیا بلکہ اس کے جملہ حقوق کی ضمانت بھی فراہم کر دی۔

اسلام کا یہ خاصہ ہے کہ اس نے عورت کے مقام کو اُس کے کردار و حیثیت کے مطابق متعین کیا، یعنی نیکی، عبادات، خیر کے کام، سزا و جزاء اور حقوق و فرائض کی ادائیگی میں مرد و عورت دونوں برابر ہیں، اسلام میں عورت کی قدر و منزلت کو اُس کی ذمّہ داریوں اور رشتوں کے اعتبار سے متعیّن کیا گیا ہے، مثلاً عورت جب بیوی بنتی ہے، تو مرد کا آدھا ایمان مکمل کر دیتی ہے، بیٹی بنتی ہے تو رحمت کا سائبان بن جاتی ہے، جبکہ بہن کے روپ میں محبت اور مہربانی کا حصار اور جب ماں بنتی ہے تو اُس کے قدموں تلے جنّت رکھ دی جاتی ہے، اِس کی نظیر دنیا کے کسی میں مذہب میں نہیں ملتی۔

بہت سی خواتین اپنے مقام کو جدید تہذیبوں کے بنائے ہوئے آزادیِ نسواں کے فریبی تصوّر کے تناظر میں دیکھتی ہیں، حالانکہ اِن تہذیبوں میں عورت کا جتنا استحصال ہوا ہے، وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے، آج جو عورتیں قرآن و سنّت کے مطابق اپنے مقام اور اُس کے تقاضوں کو پہچان کر اُنہیں پورا کر رہی ہیں، وہ معاشرتی تنزّلی سے محفوظ ہیں، اور معاشرتی تہذیب و ثقافت کی آبیاری میں اپنا اہم کردار ادا کر رہی ہیں۔

چودہ سو سال قبل اِسی مقام کے پیشِ نظر صحابیات نے علمی و عملی میدانوں میں جو ترقی کی ہے، اُس کی مثال کہیں نہیں مل سکتی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کی وجہ سے قرونِ اولیٰ میں خواتین کے درمیان بے پناہ تعلیمی بیداری آئی، اور انہوں نے علمی میدانوں میں غیر معمولی کارنامے انجام دیئے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات بالخصوص حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بہت بڑی عالمہ تھیں، آپ کی علم تفسیر، علم حدیث اور فقہ و فتاویٰ میں بڑی گراں قدر خدمات ہیں، کتب حدیث میں دو ہزار دو سو دس روایتیں ان کی مرویات ہیں، مردوں میں حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت انس بن مالکؓ کے علاوہ کوئی بھی روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آگے نہیں بڑھ سکا، اسی لئے بڑے بڑے صحابہ کرامؓ جب کسی مسئلے میں حل نہیں نکال پاتے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رجوع کرتے۔ ام المؤمنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا اپنی فقاہت کی وجہ سے صحابہ کرامؓ کیلئے مرجع کی حیثیت رکھتی تھیں۔

یہ صحابیات نہ صرف علمِ تفسیر، علمِ حدیث اور فقہ و فتاوٰی میں کمال دسترس رکھتی تھیں، بلکہ دیگر علوم میں بھی متعدد صحابیات دستگاہ رکھتی تھیں، مثلاً علمِ اسرار، علمِ خطابت، علمِ تعبیر، علمِ طب، علمِ جراحی اور فن شاعری وغیرہ۔ اِسی طرح معاشی تعاون میں بھی متعدد صحابیات نے کردار ادا کیا، کچھ دستکار تھیں، کچھ سلائی جانتی تھیں، صحابیات کی سیرت کا مطالعہ کریں تو

اندازہ ہوگا کہ اُس دور میں وسائل کی قلّت اور ترقی کے فقدان کے باوجود یہ خواتین علمی و عملی میدانوں میں کس قدر باکمال تھیں اور اصلاحِ خاندان و تنظیم معاشرہ میں گراں قدر خدمات سرانجام دیتی رہیں اور اِن خواتین کا معاشرتی تمدّن کے لئے یہ تعاون شرعی ضابطوں کی حدود کے اندر رہ کر تھا۔

جبکہ عصرِ حاضر میں وسائل کا طومار اور سائنس وٹیکنالوجی کا عروج ہوتے ہوئے بھی دنیا اخلاقی تنزّلی میں دھنستی جارہی ہے، جس کی اصل وجہ خواتین کی اپنے اصل مقام سے ناشناسی، علم دین سے دوری اور غیر ضروری سرگرمیوں میں مشغولیت ہے، خواتین کو چاہئے کہ صحابیات کی سیرتوں کا مطالعہ کریں اور اُن کے عمل کی روشنی میں اپنے آپ کو جانچیں، اور ان کے مقام ومرتبہ سے آشنا ہوکر اپنی پہچان بنائیں، اور اپنے لئے صحیح راہیں متعیّن کریں، تاکہ آنے والے دور کے لئے اچھی صاحبِ ایمان و باعمل خواتین تیار ہوں۔

انسانی زندگی کی ابتدا ماں کے بطن سے ہوتی ہے، بچہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوکر دنیا میں آتا ہے، اسی لئے ماں کی گود کو انسان کی پہلی درسگاہ کہا جاتا ہے اور ظاہر ہے مدرسہ میں تعلیم بہتر اسی وقت ہوسکتی ہے جب کہ معلم اچھے ہوں، اور جس گھر میں مائیں معلمہ ہوتی ہیں، یعنی وہ پڑھی لکھی تعلیم وتربیت سے معمور ہوتی ہیں، ان گھروں میں ایک دینی وتعلیمی ماحول دیکھنے کو ملتا ہے اور جہاں پر مائیں تعلیم وتربیت سے عاری اور بداخلاق ہوتی ہیں، ان کے بچے اور بچیاں بھی ان کے اثرات قبول کرتے ہیں۔

عورتیں معاشرے کا اہم حصہ ہیں، ظاہر ہے کہ ان کی تعلیم کے بغیر قوم اور معاشرے کی ترقی ناممکن ہے، یہ بات یقینی بنائی جائے کہ وہ دنیاوی اور دینی دونوں علوم سے آراستہ ہوں، اور ایسی تربیت کی جائے کہ ایمان میں تزلزل تو دور کی بات ہو، انہیں اپنے اسلام کے ایک ایک نظام پر ناز ہو، اسی پر جینے مرنے میں اپنی سعادت وسرخروئی سمجھیں۔

آج معاشرے کو جہاں پڑھی لکھی خواتین کی اشد ضرورت ہے، وہیں ہم سب کو ان کی تعلیم کے ساتھ تربیت کا عمدہ نظام قائم کرنا چاہئے، تاکہ وہ اسلام کی صاف ستھری اور پاکیزہ زندگی کو سمجھ سکیں اور اسلامی طریقہ کے مطابق زندگی بسر کرنے کے قابل بن سکیں۔ اللہ تعالیٰ اُمت مسلمہ کی ماؤں، بہنوں، اور بیٹیوں کی حفاظت فرمائے۔

جدید میڈیکل سائنس کی بنیاد رکھنے والے مُعالجین

ترجمہ: مولانا حکیم عبیداللہ عبید

(دوسری و آخری قسط)

۳: فلسفی اور طبیب ابوالولید محمد ابن احمد بن محمد ابن رشد ۱۱۲۶ء کو قرطبہ میں پیدا ہوا۔ ابن رشد مغربی خلافت کے لیے ابن سینا سے (جو مشرقی خلافت کے لیے معزز سمجھا جاتا تھا) زیادہ قابلِ احترام تھا۔ یورپ میں ''Averroës'' کے نام سے معروف ہے اور زیادہ تر فلسفہ پر تحقیق کے حوالے سے پہچانا جاتا ہے۔ ابن رشد کا طب پر اُصولی کام ایک چھوٹی سی جلد میں ہے، جس کا نام ''کتاب الکلیات فی الطب'' ہے، یعنی طب کے عمومی اصول۔ یہ کتاب ایک اہم طبی تلخیص ثابت ہوئی۔ اس کتاب کی ابتدا میں اس نے مختصر لیکن جامع طور پر انسانی جسم کی تشریح کا جائزہ لیا ہے، پھر بدن کے مختلف حصوں اور اعضاء کے افعال، انسانی جسم کے مختلف نظاموں کی بیماریوں، غذاؤں، ادویات، زہروں، طبی غسل اور صحت کو برقرار رکھنے میں ورزش کے کردار پر روشنی ڈالی ہے۔ اس کتاب میں سرجری کا حصہ مختصر طور پر پٹی باندھنے، طبی داغ لگانے، خون بند کرنے والی ادویات اور پھوڑوں کے علاج پر مشتمل ہے۔ خاص طور پر سب سے زیادہ یادگاری کام اس کا چیچک کا دقیق مطالعہ ہے۔ ابن رشد لکھتا ہے کہ چیچک زندگی میں صرف ایک دفعہ حملہ کرتا ہے۔ اب تک یہ قوتِ منازعت حاصل کرنے کا پہلا معلوم حوالہ ہے۔

۴: جلاوطن طبیب موسیٰ ابن میمون (لاطینی میں ''Maimonides'' کہا جاتا ہے) نشاۃِ ثانیہ کے دور سے اگرچہ پہلے پیدا ہوا تھا، لیکن وہ اسی دور (نشاۃِ ثانیہ) کا آدمی تھا۔ ابنِ رشد سے صرف بارہ سال بعد وہ بھی قرطبہ میں پیدا ہوا۔ ایک ایسے خاندان میں جس نے آٹھ نسلوں تک دانشور ہی پیدا کیے۔ مسلم دنیا میں رہنے والا، یہودی مذہب کا پیروکار، اپنے زمانے کا بے حد ذہین اور فطین شخص تھا، جس کی علمی کامیابیاں قانون، فلسفہ اور طب کے شعبوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ بالکل ابتدائی دور میں اس نے سائنس اور فلسفہ میں دلچسپی ظاہر کی۔ مسلمان دانشوروں کے علمی کام کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ اس نے یونانی فلاسفہ کے کام کا بھی مطالعہ کیا، جو عربی تراجم کے ذریعے اس زمانے میں قابلِ رسائی تھے۔ یہودی قانون پر اس کا اہم علمی کام عربی زبان میں ہے، جس کے لیے اس نے عبرانی رسم الخط استعمال کیا اور ایک مذہبی دانشور کی حیثیت سے اس نے مذہب اور طب کے اختلاط کی مخالفت کی ہے۔ قرونِ وسطیٰ کا وہ واحد دانشور شخص تھا، جس میں حقیقتاً چار تہذیبوں کا ملاپ نظر آتا ہے، یعنی ۱:- یونانی رومی تہذیب، ۲:- عرب تہذیب، ۳:- یہودی تہذیب اور ۴- یورپی تہذیب۔

جب وہ دس سال کا تھا تو تنگ نظر موحدین (مضمون نگار [ڈیویڈ ڈبلیو شانز] نے سلطنتِ موحدین کی مبینہ ''تنگ نظری'' پر کوئی حوالہ پیش نہیں کیا ہے، انٹرنیٹ پر یہودی اور عیسائی تاریخ کے علاوہ دستیاب مستند تاریخی مواد میں کچھ بھی اس حوالے سے ذکر نہیں۔ از: مترجم) نے قرطبہ کو فتح کرلیا۔ انہوں نے شہر کے یہودی اور عیسائیوں کے سامنے تین مطالبات رکھے: مسلمان ہوجاؤ،

جلاوطنی اختیار کرو یا مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ موسیٰ ابن میمون کے خاندان نے جلاوطنی اختیار کی، بالآخر انہوں نے قاہرہ کے نزدیک سکونت اختیار کی۔ جب خاندان کے حادثات نے اُسے تنگ دستی کی وادی میں دھکیلا تو اس نے طب کا پیشہ اختیار کیا۔ موسیٰ ابن میمون نے عربی زبان میں دس معروف طبی کتابیں لکھی ہیں۔ اس نے بہت سی دوسری چیزوں کے ساتھ امراض کی کیفیتیں بشمول دمہ، ذیابیطس، ہیپاٹائٹس، اور نمونیا بیان کی ہیں۔ اس نے اعتدال اور صحت مندانہ طرزِ زندگی پر زور دیا ہے۔

اس نے لکھا ہے کہ ایک طبیب کو کئی طریقوں سے ذی علم ہونا چاہیے۔ مرض اور مریض دونوں کا علاج کرنا چاہیے۔ طبیب صرف مرض کا علاج نہ کرے، بلکہ جسم اور روح دونوں کی تندرستی کی کوشش کرے اور اپنے آپ کو انسانی اور روحانی اقدار سے مزین کرے، جس میں سب سے نمایاں رحم دلی اور ترس ہے۔ اس کے تمام طبی علمی کام میں اکثر اس طرح کی للکار دکھائی دیتی ہے، جسے وہ جالینوس کی "قیاسی اُپج" قرار دیتا ہے، جب کوئی چیز اس کے تجربات کے خلاف ہو۔

اس کی تحریروں میں یہ خیال بھی ہے کہ طب میں ذاتی مشاہدہ و تجربہ کتابوں میں تحریری سند سے زیادہ مفید ثابت ہوتا ہے۔ مذکورہ خیال کے باوجود اس کے شوق نے اُسے رومی (عیسائی) اطباء کے وسیع ادبی کام کی تلخیص پر آمادہ کیا، جو اس نے ایک چھوٹی سی کتاب میں کر دکھایا، جسے ایک طبیب جیب میں رکھ کر لے جا سکتا ہے۔ اگرچہ وہ تالمود (یہودیوں کی مذہبی کتاب) کا عالم تھا، جب امراض کی شناخت کا مرحلہ پیش آتا، تو موسیٰ بن میمون کو ہم آج کل کی اصطلاح میں خالص "طبیعی سائنسدان" یعنی مشاہدہ پر سختی سے یقین رکھنے والا معالج کہہ سکتے ہیں۔ اس نے کوشش کی ہے کہ مذہب اور طب کو واضح طور پر الگ الگ کرے۔ اس وقت جبکہ جادو، توہم پرستی اور علمِ نجوم جیسی چیزیں طب کے شعبے میں دور دور تک رواج پا چکی تھیں، اس کی تحریروں میں ان چیزوں یا تالمود میں مندرج ادویات کا ذکر نہیں ملتا، البتہ جو چیز درست اور فائدہ مند ہے موسیٰ ابن میمون نے استدلال کے ساتھ پیش کیا۔

موسیٰ ابن میمون فرد کو ہدایت کرتا ہے کہ وہ اپنی صحت کا خیال اس طریقے پر رکھے کہ بری عادتوں سے اجتناب کرے اور جب بیمار ہو تو بلا توقف علاج و معالجہ کی تلاش میں توجہ کرے۔ وہ لکھتا ہے کہ: "فرد کی توجہ اس کے بدن کی طبعی حرارت پر ہر چیز سے پہلے ہونی چاہیے۔ اس معاملے میں سب سے بہتر (کارکردگی کے حوالے سے) معتدل جسمانی ورزش ہے جو جسم اور روح دونوں کے لیے مفید ہے۔" وہ اس زمانے میں معمر مریضوں کے لیے ورزش کا ایک روزانہ علاج بیان کرتا ہے، جو جدید طریقۂ علاج کے زیادہ قریب ہے۔ اس نے مساج (مالش) کے فوائد بھی بیان کیے ہیں کہ یہ بدن کی قدرتی حرارت کو تحریک دیتا ہے، یہاں تک کہ بدن کو قدرتی انداز سے دوبارہ صحت سے مالا مال کر دیتا ہے۔ اس نے سب سے پہلے مثبت سوچ کے طبی فوائد جان لیے تھے، جس نے بعد میں سائیکوسومیٹکس (جہاں جذباتی عوامل مرض پیدا کرتے ہیں) ادویات کی ابتدائی شکل اختیار کر لی۔ تعویذ یا جادو ٹونا اگرچہ اس کے عقلی تناظر کی دنیا میں قابلِ نفرت ہیں، لیکن کیا مریض کی طبی ضرورتوں کا خیال رکھتے ہوئے غیر اہم ہو جاتے ہیں؟ وہ لکھتا ہے کہ اگر یہ چیزیں مریض کی حالت کو بہتر کرتی ہیں تو اُنہیں برقرار رکھنا چاہیے، تاکہ مریض کا ذہن اور زیادہ خلل کا شکار نہ ہو جائے۔

۵: قلب کے سر بستہ راز علاؤالدین ابوالحسن علی ابن حزم القرشی الدمشقی جس کو مختصر طور پر ابن النفیس کے نام سے علمی دنیا میں جانا جاتا ہے، ۱۲۱۳ء کو دمشق میں پیدا ہوا۔ ایوبی دور میں اسلامی دنیا کے علم و دانش کا مرکز قاہرہ قرار پایا۔ اپنی عمر کے ابتدائی بیس سالوں میں وہ قاہرہ منتقل ہوا اور بالآخر آٹھ سو بیڈ پر مشتمل المنصوری ہاسپٹل کا سربراہ مقرر ہوا۔ انتیس سال کی عمر میں اس نے ''شرح تشریح القانون'' لکھی، جو ابن سینا کی ''القانون'' کے اناٹومی والے حصے کی تشریح ہے۔ اس کتاب میں علم تشریح (Anotomy) سے متعلق انکشافات کی ایک بڑی تعداد بشمول پھیپھڑوں کے دوران خون کے متعلق ابتدائی تشریح کا بیان موجود ہے۔ ابن النفیس نے یہاں تک وضاحت کی ہے کہ دل کے دونوں بطون (خانوں) کی درمیانی دیوار مضبوط ہے اور بغیر سوراخ کے ہے۔ اسی طرح اس نے جالینوس کے اس قدیم نظریے کو غلط قرار دیا ہے کہ خون دل کے دائیں حصے سے بائیں حصے کو بلاواسطہ گزر کر جاتا ہے۔ ابن النفیس درست طور پر بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ خون کو دائیں بطن سے گزر کر پھیپھڑوں میں داخل ہونا چاہیے، جہاں اس کے ہلکے اجزاء پھیپھڑوں کی ورید میں سرایت کر جاتے ہیں، تاکہ اس کے ساتھ ہوا (آکسیجن) مل جائے، پھر بائیں جوف میں داخل ہو جاتا ہے اور آخر کار پورے جسم میں چلا جاتا ہے۔ یہ پہلا موقع تھا جب کوئی اس قابل ہوا کہ وہ یہ بتائے کہ کس طرح ہوا (آکسیجن) خون کے ساتھ ملاپ کرتی ہے۔

ابن النفیس نے شعری دورانِ خون کی موجودگی کی طرف بھی اشارہ کیا، یہ ثابت کرتے ہوئے کہ: ''پھیپھڑوں کی شریان اور ورید کے مابین چھوٹے سوراخ یا راستے (منافذ) ہیں'' اگرچہ پھیپھڑوں سے متعلق دورانِ خون کا نظریہ محدود تھا، لیکن چار سو سال بعد مارسلو مالپیگی ''Marcello Malpighi'' نے پورے بدن میں شعری دورانِ خون کا فعل بیان کر کے ثابت کیا۔ چودھویں صدی تک ابن النفیس کا یہ انکشاف ضائع ہو چکا تھا اور ۱۹۲۴ء تک اس کا کچھ پتہ نہیں تھا، لیکن جب مصری طبیب محی الدین التطاوی نے برلن کی پروشین سٹیٹ لائبریری میں ''شرح تشریح القانون'' کا ایک نسخہ معلوم کیا جس سے ابن النفیس کی دریافت کا صحیح اندازہ لگایا گیا، جس سے چار سو سال بعد یہ بھی واضح ہوا کہ یہ ولیم ہاروے ''WilliamHarvey'' نہیں، بلکہ ابن النفیس ہی تھا، جس نے دورانِ خون کا نظام دریافت کیا تھا۔

بدقسمتی سے ابن النفیس کا بے جا طور پر گمنامی میں رہنا کوئی انوکھی یا غیر معمولی بات نہیں۔ قرونِ وسطیٰ کی صدیوں میں ہزاروں مسلم طبیبوں نے، چاہے وہ معمولی طبیب ہوں یا غیر معمولی قابلیت کے حامل، زیادہ تر میڈیکل سائنس کے مراکز سے باہر کام کیا اور رہائش اختیار کی۔ ان طبیبوں نے جان جوکھوں میں ڈال کر علمی اور تحقیقی کام کیا، کچھ عیسائی اور یہودی دانشوروں پر مشتمل چھوٹی جماعتوں نے بھی ذہنی مشقت کی، تاکہ آنے والے دور کے تقاضے پورے ہو سکیں۔

مترجمین اور علمی تحقیق پھیلانے والوں کا کردار کہ ان کے مسلمان پیش رووں نے بغداد میں المامون کی گنجائش کو پورا کیا ہے۔ بہت سے طبیب غیر مستقل طور پر کسی جگہ رہے یا متنوع ثقافتوں/نسلوں پر مشتمل ملک ہسپانیہ جہاں طلیطلہ، بارسلونا، اور سیگوویا Segovia نقل مکانی کرتے رہے جس نے ان کی مدد کی۔ دوسرے طبیب فرانس، اٹلی اور سسلی کے

شہروں میں جمع ہوئے جو اسلامی دنیا کے قریب تھے۔ یہ مسلم طبیب ثقافتی واسطہ بھی ثابت ہوئے کہ مغرب کو ایک ہزار سالہ قدیم علم و دانش کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا اور قیمتی علمی ورثہ بھی عطا کیا، جس نے آج کی مغربی طب (جدید میڈیکل سائنس) کی بنیاد رکھی۔ یہ سب وہ طبیب ہیں جنہوں نے مسلم دنیا میں قیمتی علمی ورثہ اور تدابیر دریافت کیں، اور مزید یہ کہ انسانی جسم اور دماغ کی لاینحل معمے حل کیے۔ انہوں نے ہسپتال، سرجری اور علم ادویہ کے شعبوں کی بنیاد رکھی۔ سرجیکل آلات ایجاد کیے اور ایسے عملی طریقے استعمال میں لائے جن کی بنیاد ذاتی تجربے پر تھی، تاکہ مفروضات/نظریات کی جانچ پرکھ کر سکیں۔ انہوں نے مذہب اور طب کو جدا جدا خانوں میں رکھا اور عورتوں کے لیے طب کا دروازہ کھول دیا۔

شخصی صحت، خوراک اور حفظانِ صحت کے متعلق ان کے اکثر اصول آج بھی درست تسلیم کیے جاتے ہیں۔ شاید ان اصولوں میں سب سے زیادہ اہم اصول ان کا یورپی معالجین کو یہ سبق دینا ہے کہ بیماری صرف صحت کے صحیح راستے سے انحراف کا نام ہے اور دوا کا کام بیماری کا علاج ہے۔ اگر ان میں سے کچھ اصول ہمیں بہت ہی آسان اور واضح دکھائی دیتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ سائنسی ترقی نے گزشتہ کل کی ایجاد کو آج کی معلومات کا علم بنا دیا ہے۔

****

(صفحہ: ۴۳ کا بقیہ)

اس کی زہر افشانیوں میں شامل ہے۔ اپنے ان گمراہانہ عقائد و نظریات اور دعاوی کے اثبات اور ترویج کے لیے اس نے مندرجہ ذیل کتابیں لکھیں: روحانی سفر، روشناس، مینارۂ نور، تحفۃ المجالس، حق کی آواز اور تریاقِ قلب وغیرہ۔

آج کل مہدی فاؤنڈیشن اور مسیحا فاؤنڈیشن کے نام سے یہ جماعت مصروف عمل ہے اور اس نام سے ان کی کئی سائیٹس بھی انٹرنیٹ پر موجود ہیں۔ اس کے ان گمراہانہ عقائد و نظریات کو دیکھتے ہوئے اور اس کی صفت دجالیت کو بروقت بھانپتے ہوئے نامور علماء اور اہم دینی مدارس نے اس پر مرتد و کافر، ملحد، زندیق اور ضال و مضل کا فتویٰ صادر کیا، ان میں سرِ فہرست جامعہ فاروقیہ، جامعہ بنوری ٹاؤن، جامعہ دار العلوم کراچی، جامعہ رضویہ مظہر الاسلام فیصل آباد اور دار العلوم امجدیہ کراچی ہیں۔ اس کے اس جھوٹ کی تردید اس وقت کے امام کعبہ شیخ محمد بن عبداللہ سبیل نے بھی کی کہ اس کی تصویر حجر اسود میں دیکھی گئی ہے اور فرمایا کہ اس وقت پورے حرم میں حماد بن عبداللہ نامی کوئی امام نہیں ہے، جس کا فرضی نام اس شخص نے اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لیے لیا تھا اور اس پر فتویٰ ارتداد بھی صادر فرمایا۔ اس کی مزید تحقیق کے لیے سعید احمد جلال پوری صاحب کی کتاب "دورِ جدید کا مسیلمہ کذاب" محمد نواز فیصل آبادی کی کتاب، "گوہر شاہیت اور قادیانیت اسلام کی عدالت میں" اور مفتی نعیم صاحب کی کتاب "ادیانِ باطلہ اور صراطِ مستقیم" کا مطالعہ کریں۔

دلائل توحید

مولانا عبدالماجد دریا آبادی
پیشکش: محمد راشد شیخ

(تفسیر ماجدی کے اس اقتباس کا تعلق اس کائنات اور خود انسانی جسم میں اللہ کی قدرت کی نشانیوں سے ہے۔ اس اقتباس میں مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ نے جس عمدہ طریقے سے توحید کے مضبوط دلائل دیے ہیں اور جس طرح معلومات کے دریا بہائے اور انشائے ماجدی کے محاسن کا مظاہرہ کیا ہے، اسے بجائے خود انشائے ماجدی کا شاہکار بنا دیا ہے۔ اس اقتباس کے آخر میں مولانا نے الحاد و تشکیک کے امراض میں گرفتار انسانوں کے لیے ان امراض کا بہترین علاج بھی لکھ دیا ہے، جو آج بھی اتنا ہی موثر ہے جتنا ان سطور کے وقتِ تحریر تھا۔ انشائے ماجدی)

"زمین اگر ۲۵ ہزار میل کے محیط کا کوئی گولا ہے تو، اگر غیر پیمائش شدہ وسعت کی کوئی بھی چیز ہے تو بھی، اگر تیزی اور پھرتی کے ساتھ گردش کر رہی ہے یا اگر اپنی جگہ پر ساکن ہے تو بھی، ہر حال میں اور ہر صورت فرض کرنے کے بعد بھی کیسی عظیم الشان کاریگری، کیسی بے مثال صنّاعی کا نمونہ ہے۔

فضا کی خلا میں کس کی قوت اسے تھامے ہوئے، سنبھالے ہوئے ہے؟ اس کے اور چاند، سورج اور ستاروں سیّاروں کے درمیان فاصلہ کا ایک خاص تناسب کس نے قائم کر رکھا ہے؟ اس کی رفتار کی ایک خاص شرح کس نے متعین کر دی ہے؟ آفتاب سے ایک خاص مقدار میں روشنی اور گرمی کون پہنچا رہا ہے؟ چاند سے روشنی اور خنکی ایک متعین حساب کے ساتھ کس کا دستِ قدرت اس تک لا رہا ہے؟ آسمان اگر ٹھوس مادی اجسام ہیں تو یا اگر خلا میں محض حدِّ نظر ہیں تو بھی ہر صورت میں ان کی وضع، ساخت، ترکیب، ہیئت انسانی دسترس سے کتنی بالاتر ہے۔

گنتی شمار سے باہر ثوابت وسیّارے کے سکون وحرکت کا انتظام کون قائم کئے ہوئے ہے؟ ستاروں کی یہ روشنی اور ان کے طلوع وغروب میں یہ باقاعدگی کس کے حکم سے قائم ہے؟ نظام فلکی کے بے شمار اجزا وعناصر میں یہ ترتیب اور باہمی تناسب کس کی حکمت وصنعت کے دم سے زندہ ہے؟ رات اور دن کس طرح ایک برتر قانون کے اندر جکڑے نظر آرہے ہیں؟ گرمی اور سردی اور برسات، ہر موسم کے اندر مناسب وقت میں تبدیلیاں کون کرتا رہتا ہے؟ مختلف ملکوں میں ان کے طلوع و ظہور کے وقت کیسے بندھے ہوئے ہیں؟ کبھی یہ نہیں ہوتا کہ جس وقت کلکتہ میں دن نکلتا ہے، دمشق میں بھی دن نکل آئے، نہ یہ ہوتا ہے کہ امریکہ کی شام کبھی کبھی ایران کی شام بن جائے۔

جنوری میں جو اوقات اندھیرا چھانے کے ہوتے ہیں، یہ نہیں ہوتا کہ جون میں وہی باقی رہ جائیں۔ آخر یہ رات دن کے بندھے ہوئے اور قانون کی زنجیر میں جکڑے ہوئے تغیّرات کس کی حکومتِ قاہرہ اور حکمتِ کاملہ کی شہادت دے

رہے ہیں؟ بحرِ ذخّار سارے براعظموں کو اپنی گرفت میں لئے رہنے والا رقبہ میں خشکی سے چہار چند، اپنی اس ساری عظمت و ہیبت کے باوجود کس طرح مشتِ خاک انسان کے قبضہ میں آ گیا ہے؟ کس طرح لکڑی کے تختوں کو جوڑ جاڑ کر ان میں لوہے کی کیلیں ٹھونک ٹھانک کر ان پر لوہے کی چادریں چڑھا کر انسان سمند کے بڑے بڑے مہیب فاصلوں کو طے کر کے رکھ دیتا ہے۔اس میں جزر و مدّ جب ہوگا قمری مہینوں کی فلاں فلاں ہی تاریخوں پر ہوگا۔اپنی ساری غضبناک تندی کے باوجود ایک خاص رقبہ کے حدود سے آگے نہ بڑھ سکے گا، ایک مخصوص و متعین ہی وزن کی چیزوں کو وہ اپنے اوپر تیرائے گا اور اس کے علاوہ وزن والیوں کو ڈبودے گا۔

اس کے پانی کا ایک مخصوص مزاج، خاص رنگ، خاص مزہ ہوگا، کنوؤں کے پانی سے مختلف، دریاؤں کے پانی سے مختلف۔اس طرح سیکڑوں دوسرے قانونوں کا پابند اسے کس کی مشیت، کس کی قدرت کس کی حکومت نے کر رکھا ہے؟ بارش کا خاص خاص فصلوں میں خاص خاص موسموں میں خاص خاص فضائی تغیّرات کے ماتحت ہونا، بخارات کا ایک خاص گرمی پا کر سمندری ذخیرہ آب سے اٹھنا، ایک خاص فاصلہ تک اوپر جانا، ایک خاص درجہ کی سردی پا کر ان دخانی و ہوائی اجزا کا منجمد ہوجانا، ان کا بادل کی شکل اختیار کر لینا، ایک خاص درجۂ ثقل تک بڑے بڑے بھاری اور بوجھل بادلوں کا فضا میں سنبھلے رہنا ، پھر فلاں فلاں فضائی تغیّرات کے ماتحت فلاں فلاں علاقہ تک جانا پھر ایک بندھی ہوئی مقدار میں ایک متعین مدّت کے اندر برس پڑنا، اس سے از سرِ نو خشک زمین میں جان پڑ جانا۔

یہ سارے ردّ و بدل کسی حکیم کی حکمت، کسی آمر کی حکومت، کسی قادر کی قدرت کی کیسی کھلی ہوئی شہادت دے رہے ہیں۔پھر حیاتِ نباتی کے علاوہ خود حیاتِ حیوانی جن عجائب کا مجموعہ ہے، ہر زندہ جسم میں بے شمار ذرّوں اور خلیوں کا مجموعہ ہوتا ہے۔ان میں جو ایک مخصوص ترتیب اور متعین ترکیب ہوتی ہے، ایک خاص درجہ کی حرارت جو حیات کو قائم رکھتی ہے، ایک خاص مقدار سے بڑھی ہوئی سردی جو اس لف میں نشر، اس اجتماع میں انتشار پیدا کر دیتی ہے۔

نظامِ تغذیہ، نظامِ تنفس، نظامِ تناسل، نظامِ عصبی وغیرہ، جسم کے اندر متعدد نظامات، پھر ہر نظام کے تحت بے شمار قاعدے اور ضابطے۔اس سے نظامِ اعظم کی تکوین اور قیام پر کس کی قدرت، کس کی مشیت، کس کی حکومت کارفرما ہے؟ اس قسم کے سیکڑوں ہزاروں سوالات پر انسان جتنا زیادہ غور اور نکتہ سنجی سے کام لے گا، توحید اور توحیدی حکمتوں کا نقش دل پر اور زیادہ ہوتا جائے گا۔

جاہلی اور غیر مومن قوموں کے فلسفہ اور سائنس کا نقطۂ نظر غلط ہوتا ہے۔اسکی اگر تصحیح ہو جائے اور ان علومِ مادّی کا مطالعہ اگر ایمانی نقطۂ نظر سے شروع کر دیا جائے تو بجائے الحاد، ارتیاب و تشکک کے عرفان و ایقان کی راہیں روز بروز روشن تر ہوتی جائیں۔"(تفسیر ماجدی حصہ اوّل، صفحہ نمبر ۲۹۹)

نیو ایئر نائٹ: ایک جشن یا تہذیبی انحطاط؟

مسعود محبوب خان (ممبئی)

تاریخِ انسانیت میں کیلینڈر کا ارتقاء اور اقوامِ عالم کا کردار: قدیم انسانی معاشروں اور دورِ جاہلیت میں سال نو منانے کا رواج بہت قدیم ہے۔ مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگ اپنے مخصوص کیلنڈرز کے مطابق نئے سال کی تاریخ اور مہینے کا تعین کرتے ہوئے سال نو کی آمد پر خوشیاں مناتے تھے۔ یہود نے بیت المقدس کی ویرانی کے واقعے کو بنیاد بنا کر عبرانی کیلنڈر کی تاریخیں مقرر کیں۔ قومِ یہود کے سال نو کو "روش ہشنہ" (Rosh Hashanah) کہا جاتا ہے، جس کے لغوی معنیٰ "سال کا آغاز" ہیں۔ یہ تہوار استغفار کی مدت سے شروع ہوتا ہے، جو 10 / دنوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس موقع پر یہودیوں کا بنیادی مقصد توبہ اور استغفار ہوتا ہے، اور وہ دنیا بھر میں اپنی عبادت گاہوں کا رخ کرتے ہیں۔

اسی طرح، اقوامِ عرب نے واقعہ فیل سے تاریخ کی ابتدا کی۔ تبت میں مہاتما بدھ کے نروان حاصل کرنے سے سال کا آغاز ہوتا ہے۔ چین میں کوانگ ہشو کے دور کا سال ہے۔ جرمن ریاستوں نے 1700ء میں اپنا کیلنڈر تیار کیا۔ مروجہ کیلنڈر (عیسوی کیلنڈر) یورپ کی فتوحات اور دنیا کے بیشتر علاقوں کے یورپی کالونیوں میں تبدیل ہونے کے بعد پوری دنیا میں پھیل گیا اور 1900ء (بعد از مسیح) میں یہ ایک عالمی کیلنڈر کے طور پر متعارف ہوا۔ نصرانیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش یا ان کے دنیا سے جانے کے بعد تاریخ مرتب کی، حالانکہ حضرت عیسیٰ کی سال پیدائش اور تاریخ کے بارے میں کوئی قطعیت نہیں ہے، اور اس پر عیسائیوں کے درمیان بھی شدید اختلافات ہیں۔ اس کے باوجود عیسائی اس تقریب کو بڑے اہتمام سے مناتے ہیں، جسے "کرسمس" کہا جاتا ہے۔ "میری کرسمس" کا مطلب ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یومِ پیدائش مبارک ہو۔ تاہم، اگر گہرائی سے دیکھا جائے تو چونکہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالی کا بیٹا مانتے ہیں اور 25 / دسمبر کو ان کی پیدائش کی خوشی مناتے ہیں، تو "میری کرسمس" کہنا دراصل یہ باور کراتا ہے کہ نعوذ باللہ، اللہ تعالی کا بیٹا ہوا۔ لہٰذا، "میری کرسمس" کہنا ایک مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے۔ مفتی تقی عثمانی مدظلہ فرماتے ہیں کہ کرسمس ایک خالص عیسائی تہوار ہے، جو خدا کے بیٹے کی پیدائش کے طور پر منایا جاتا ہے، اور ایک مسلمان کو "میری کرسمس" کہہ کر اس میں حصہ نہیں ڈالنا چاہیے۔

اسلام میں سنہ ہجری یعنی رسول اکرم ﷺ کی مکّہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کے مطابق ترتیب دیا گیا تھا، جسے حضرت عمر فاروقؓ کے زمانۂ خلافت میں رائج کیا گیا۔ لیکن اسلام اور علماء اسلام نے بطور سدباب اسلامی سال نو کے آغاز پر بھی ایک دوسرے کو مبارکباد دینے یا کوئی جشن منانے کی ترغیب نہیں دی۔ اس کے بعد بھی المیہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی ایک جمعیت اپنے نئے اسلامی سال کو نظر انداز کر کے، دسمبر کی اکتیسویں اور یکم جنوری کی صبح کو غیر مسلموں کی طرز پر نیا سال مناتی ہے۔ کیا ہم نہیں جانتے کہ اسلامی سال کا آغاز محرم سے ہوتا ہے؟ لیکن ہم نے اس مہینے کو غم اور نحوست کا مہینہ بنا رکھا ہے،

جبکہ انگریزی سال کے پہلے مہینے کے آغاز پر ہمارے بعض نوجوان بھائی اور بہنیں وہ طوفانِ بدتمیزی اٹھاتے ہیں کہ غیرت و عصمت سر پیٹ کر رہ جاتی ہے اور حیاء وعفت کا جنازہ نکال کر اُمّتِ مسلمہ کو رسوا کیا جاتا ہے۔ محفلِ مشروبات، مخلوط تقریبات اور مخصوص ہوٹلوں میں وہ کچھ ہوتا ہے جس کا تصور بھی ایک مسلمان نہیں کرسکتا۔ کون سا ایسا فحش فعل ہے، جو 31 دسمبر کی رات کے جشن کے نام پر ایسی محافل میں نہیں کیا جاتا؟ ایسی فحش حرکتیں شیطان کو بھی شرمندہ کرتی ہیں۔

تقریبات کا فطری آغاز: انسان کے تہذیبی سفر کا حصّہ۔ سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ کسی قوم کے تہوار منانے کے انداز اور اس کے اخلاقی نصب العین کے مابین تعلق پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں: ''تہوار منانے کے طریقے دنیا کی مختلف قوموں میں بیشمار ہیں۔ کچھ میں صرف کھیل کود اور راگ رنگ اور لطف وتفریح تک ہی تہوار محدود رہتا ہے۔ کہیں تفریحات تہذیب کی حد سے گزر کر فسق وفجور اور ناشائستگی کی حد تک پہنچ جاتی ہیں۔ کہیں مہذب تفریحات کے ساتھ کچھ سنجیدہ مراسم بھی ادا کئے جاتے ہیں اور کہیں ان اجتماعی تقریبات سے فائدہ اٹھا کر لوگوں میں اعلیٰ درجے کی اخلاقی روح پھونکنے اور کسی بلند نصب العین کے ساتھ محبت اور گرویدگی پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ غرض ہر ایک قوم کا تہوار منانے کا طریقہ گویا ایک پیمانہ ہے جس سے آپ اس کے مزاج اور اس کے حوصلوں اور امنگوں کو اعلانیہ ناپ کر دیکھ سکتے ہیں۔ اس طرح اخلاقی اعتبار سے کوئی قوم جتنی پست ہوگی، وہ اپنے تہواروں میں اتنے ہی مکروہ مناظر پیش کرے گی۔ جتنی بلند اخلاقی روح کسی قوم میں ہوگی، اتنے ہی اس کے تہوار اخلاقی اعتبار سے مہذب اور پاکیزہ ہوں گے۔ (نشری تقریریں: صفحہ-85)

اسلام ایک ایسی تہذیب وتمدن اور ثقافت کو فروغ دینا چاہتا ہے جو اس کے افکار وتعلیمات کے مطابق ہو۔ اسلام میں تہوار منانے کا بھی اپنا تصور ہے۔ اسلام اپنے پیروکاروں کو اس قدر باحمیت دیکھنا چاہتا ہے کہ وہ سماجی اعمال کے معمولی ترین دائرے میں بھی دوسری قوموں کی مشابہت سے اجتناب کریں۔ کوئی ایسا عمل جو بظاہر گناہ نہ ہو، مگر جس کے ذریعے دوسری قوموں سے مشابہت کا پہلو نکلتا ہو، اسلام ایسے افعال سے مسلمانوں کو بچنے کی تلقین کرتا ہے۔ اسلام کا حرام وحلال، گناہ وثواب، جائز و ناجائز، مباح ومستحب کا ایک جامع تصور ہے، جو اسے دیگر ادیان سے ممتاز کرتا ہے۔ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو ثقافت کو اپنے اندر ضم کرنا چاہتا ہے۔ یہاں مذہب اور ثقافت کا تعلق نہایت واضح ہے؛ مذہب کو ایک برتر خدائی حکم کی حیثیت حاصل ہے، جو ہر اُس ثقافتی عمل کو مسترد کرنے کا اختیار رکھتا ہے جو اس کے بنیادی اصولوں سے متصادم ہو۔ اسلامی تصور کے مطابق مذہب صرف کلچر کا ایک جزو نہیں ہے، بلکہ یہ ایک مکمل برتر نظام ہے، جو ثقافت کو اپنے تقاضوں کے مطابق ڈھالتا اور تشکیل دیتا ہے۔ غیروں کی تقریبات کو ترک کرنے کی ایک اور اہم وجہ یہ ہے کہ یہ خدا کی یاد سے غافل کرتی ہیں۔ دیارِ مغرب ہوس میں غلطاں شبابِ عریاں، شراب رقصاں جسے بھی دیکھو غرقِ عصیاں، ہم ایسی تہذیب کیا کریں گے۔

نئے سال کی رات: تاریخ، روایات اور مغربی تہذیب 153 قبل مسیح میں رومن امپائر کے دور میں نیا سال بڑے جوش وخروش کے ساتھ منایا جاتا تھا۔ رومی اس دن اپنے دشمنوں کی غلطیاں معاف کر کے تحائف تقسیم کیا کرتے تھے۔

ان کے کیلنڈر کے مطابق نیا سال 19 رجنوری یا 21 رفروری کومنایا جاتا تھا۔ یہ رواج بطور تہوار تقریباً 4 رہزار سال سے منایا جارہا ہے۔ عیسائی ابتدا میں 25 ردسمبر کو نیا سال مناتے تھے کیونکہ ان کے عقیدے کے مطابق یہ حضرت عیسیٰؑ کی تاریخِ پیدائش کا دن تھا۔ بعد میں حالات کے پیشِ نظر ایک دور آیا، جب عیسائیوں میں 25 ردسمبر کو نیا سال منانے پر اختلاف ہو گیا، پھر اتفاق رائے سے اب تک یکم جنوری کو نیا سال کے طور پر منایا جارہا ہے۔

نیا سال کی رات (نیو ایئر نائٹ) کا باقاعدہ آغاز انیسویں صدی میں برٹش رائل نیوی نے کروایا۔ سمندری جہازوں سے اٹھتی ان فحاشی وعریانیت کی لہریں برّوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے آئیں۔ انسانی فطرت برائی کو بہت جلد قبول کرتی ہے، آج جرمنی کے دارالحکومت برلن کے برانڈن برگ گیٹ پر دنیا کی سب سے بڑی تقریب کے ساتھ دنیا کے 192 رممالک میں نیا سال کی رات کی تقریبات منعقد کی جاتی ہیں۔ عصرِ حاضر میں نئے سال کا جشن ایک اہم تقریب کے طور پر منایا جاتا ہے اور عیسائی وغیر عیسائی ممالک میں جدید مغربی تہذیب کے مطابق 31 ردسمبر کو یہ جشن رات کے 12 ربجے منعقد کیا جاتا ہے۔

ان فحش وعریاں تقریبات میں ملّتِ اسلامیہ کے افراد کی کثیر تعداد بھی دھڑلے سے شریک ہوتی ہیں اور انہیں اسلامی تہذیب وثقافت وتعلیمات کے چیتھڑے اڑاتے ذراسی بھی شرم نہیں آتی۔ مسلمان، جو کہ اسلامی ضابطوں کے اندر رہ کر زندگی گزارنے اور خوشی وغم کے اظہار کے پابند ہیں، اس قدر وسیع الظرف ہو گئے ہیں کہ وہ غیروں کے تہواروں کو اپنے تہوار سمجھنے لگے ہیں۔ بعض مسلم افراد وہ سب کچھ کرتے ہیں جو غیر مسلم کرتے ہیں۔ آج نہ صرف غیر مسلم سوسائٹیز میں مقیم مسلمان، بلکہ مسلم سوسائٹیز میں سانس لینے والے مسلمان بھی اس درجے تک غیر اقوام کی غلامی اور نقالی میں جکڑے ہوئے ہیں کہ وہ انہی کے رسوم ورواج کے اسیر ہو گئے ہیں۔ اقوامِ باطلہ نے میڈیا کے سہارے مسلمانوں پر ثقافتی وتہذیبی نسل کشی کا ایسا وار کیا ہے کہ امتِ مسلمہ کے چند افراد آج اپنی اصل اسلامی شناخت کھونے کے درپے ہیں۔ آج مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد اسلامی مہینوں کے ناموں سے بھی واقف نہیں، مگر غیر اقوام کی تقلید میں ان کے ہر دن سے نہ صرف واقف ہیں بلکہ ان کا جشن بھی مناتی ہے۔ انہی تاریخوں میں ویلنٹائن ڈے، اپریل فول، مادرز ڈے، فادرز ڈے، ٹیچرز ڈے، کرسمس ڈے، 31st رنائٹ، نئے سال کا جشن وغیرہ شامل ہیں۔

ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ سال بدل جانے سے دنیا نہیں بدل جاتی، بلکہ انسان کو خود کو تبدیل کرنا چاہیے۔ حالانکہ ان تمام دنوں کی تاریخ پر غور کیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ تقریبات مسلمانوں کے بنیادی عقائد سے متصادم ہیں۔ کئی تاریخیں تو ایسی ہیں جو غیر مسلموں کے ذریعے مسلمانوں کی تذلیل کے لیے منائی جاتی ہیں۔ غیر مسلموں کے یہ حیاء سوز تہوار آج پورے اسلامی معاشرے میں مضر و جان لیوا امراض کی طرح سرایت کر چکے ہیں۔ مرد وعورت کا آزادانہ ملاپ، تحائف اور کارڈز کا تبادلہ، اور غیر اخلاقی حرکات کا نتیجہ زنا اور بداخلاقی کی صورت میں نکلتا ہے، جو اس بات کا اظہار ہے کہ ہم مرد وعورت کے درمیان آزادانہ تعلق پر کوئی اعتراض نہیں کرتے، اہلِ مغرب کی طرح ہمیں اپنی عفت مآب ماؤں اور بیٹیوں کی عصمت وعفت مطلوب نہیں اور اپنے مردوں سے عہدِ وفا و پاک دامنی کی توقع نہیں رکھتے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ ہم

انجانے میں ایسے کلچر کو رواج دے رہے ہیں جو ہمارا نہیں ہے۔اور جب قومیں دوسری قوموں کی نقالی کرتی ہیں یا ان سے متاثر ہوتی ہیں تو وہ ذہنی غلامی کا شکار ہو جاتی ہیں۔خدانخواستہ، یہ ذہنی غلامی ہمیں ذہنی ارتداد کی طرف بھی لے جاسکتی ہے۔

دجّالی تہذیب: مغربی اقدار کا تسلّط اور اس کے عالمی اثرات۔اس طرح کی تقریبات دجّالی نظام کی پروردہ تقریبات، انسان کو بے حیاء و عریاں کر دیتی ہیں۔یہ وہی دجّالی تہذیب ہے جس میں اقدار، حیاء و عصمت کا پاس ولحاظ نہیں رکھا جاتا۔مغربی اقوام اس تہذیب پر ناز کرتے ہوئے پروپیگنڈا کر رہی ہیں کہ زمانے بھر کی تہذیب وشائستگی کا منبع صرف مغربی دنیا ہے۔اس سلسلے میں مغربی تہذیب کے علمبرداروں میں سے ایک، جارج واکر بش نے کہا تھا: ''اسلامی دنیا کو ہماری تہذیب وثقافت اپنانا ہوگی''۔ہماری فکر یہ کہتی ہے کہ مغرب کی ظاہری چمک دمک کے باوجود یہ بے خدا تہذیب چنگیز خان سے بھی تاریک تر اندھیروں کی حامل ہے۔ہم دیکھ رہے ہیں کہ مغربی تہذیب وترقی اپنے عروج کے بعد انحطاط کی گہرے دلدل میں اپنی آخری سانسیں لے رہی ہے۔مغربی خاندانی نظام تقریباً مفقود ہو چکا ہے، ازدواجی رشتہ محض کمزور تارِ عنکبوت کی مانند ہے۔بوڑھے ماں باپ کو اولڈ ہومز میں منتقل کر دیا جاتا ہے، اور سال میں ایک بار Father's Day اور Mother's Day منا لیا جاتا ہے۔بچوں کی پرورش، تعلیم وتربیت والدین کی ذمہ داری نہیں رہتی، بلکہ اکثر وہ ہاسٹل میں تعلیم حاصل کرتے ہیں، اور کئی ہفتے گزرنے کے بعد وہ اپنے والدین کی شکل نہیں دیکھ پاتے۔

مرنے کے بعد رفاہی وفلاحی اداروں کے کارکنان ان کی تدفین تک کی تمام ذمہ داریاں نبھاتے ہیں۔جی ہاں، یہی وہ مغربی تہذیب ہے جہاں کارپوریٹ سیکٹر میں اپنے کاروبار کو بڑھانے کے لیے عورتوں کو آزادی کے فریب کن نعروں سے بازاروں کی زینت بنا کر ''ورکنگ وومن'' کا لقب دے کر ان کی عزت وعصمت کو پامال کیا گیا۔اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ خاندان، گھر اور معاشرے کا شیرازہ بکھر گیا، بے حیائی کا بازار گرم ہوا۔ایسی تہذیب وثقافت جہاں مقدس رشتہ ازدواجی کی عزت کو پامال کیا گیا، بچے ماؤں سے اور شوہر بیویوں سے محروم ہو گئے۔مساواتِ مرد وزن کے نعرے نے خاندان جیسی بنیادی اکائی کو پارہ پارہ کر دیا۔جہاں نئی نسل کو منشیات کا عادی بنا کر خودکشی کی راہ پر ڈال دیا گیا، اور بے شمار بیوہ ماؤں کا ایک وسیع حلقہ تیار کیا گیا۔ضعیف والدین کی خدمت کرنا مغربی روایات سے باہر ہو چکا ہے، تعلیم گاہوں میں شراب، منشیات، جنس پرستی، اسلحہ اور جرائم کی کثرت کو فروغ ملا۔جہاں نسلی امتیاز کی بنا پر انسانی جانوں کی کوئی قیمت نہیں رکھی جاتی۔سیاہ فام انسانوں کو آج بھی حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔جہاں اپنی طاقت کا لوہا منوانے کے لیے کئی ترقی یافتہ ممالک کو تباہ وبرباد کر دیا جاتا ہے، اور جہاں ایک انسان کو گرفتار کرنے کے لیے لاکھوں انسانوں کی قربانی دی جاتی ہے۔عصمت فروشی کے باقاعدہ لائسنس یافتہ اڈے قائم ہیں۔یہ دجّالی تہذیب کی چند مذموم اور گھناؤنی تصاویر ہیں جن کی تقلید کرنے کا ماحول بنایا جا رہا ہے۔اخلاقی ومعاشرتی بگاڑ کا شکار مغربی دنیا نے اسلامی دنیا کو اپنی تہذیب وثقافت اپنانے کی نصیحت کرنا ایسا ہے جیسے اہلِ نور سے سورج چھین کر انہیں چراغ دینے کی بات کرنا۔اگر ہم صحیح معنوں میں اسلامی تعلیمات و اقدار کو اپنا لیں اور دم توڑتی مغربی تہذیب کے جنازے کو اپنے معاشرے سے نکال پھینکیں، تو کچھ بعید نہیں کہ اسلامی نشاۃ ثانیہ کا آغاز ہو جائے اور ہم اپنے کھوئے ہوئے وقار کو دوبارہ حاصل کر لیں۔بقول علامہ محمد اقبالؒ:

اپنی ملّت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر * خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولؐ ہاشمی

اسلامی ثقافت اور جشن، عقیدہ وتہذیب کا امتزاج: اسلام چونکہ ابدی دین ہے جس میں آنے والے انسانوں کے لئے بھی ضابطۂ حیات موجود ہے۔ اسی لئے اسلام نے اپنا الگ ثقافتی نصب العین بھی پیش کیا۔ آفاقی دین کی حیثیت سے اسلام نے تمام دنیا کے انسانوں کے لئے نظامِ معاشرت وثقافت تجویز فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی نفسیات کا خاص خیال رکھا ہے، انسان کی طبعی تفریح پسندی کے ناطے مخصوص حدود وقیود کے ساتھ اُسے خوشی کے مواقع عنایت کیے گئے ہیں۔ ان حدود وقیود کی پاس داری ہر مسلمان پر لازمی اور ضروری ہے۔ اسلام میں ان خوشی کے مواقع کو "عید" کا نام دیا جاتا ہے، اور ان کو آداب وشرائط کے ساتھ منانا باعثِ ثواب اور مستحسن ہے، لیکن آداب وشرائط کی پامالی سے یہی خوشی روزِ قیامت غم و اندوہ کا باعث بنے گی۔ اسلامی تہذیب میں تہوار یا تقریبات یا جشن شرعاً صرف دو ہی نظر آتے ہیں: ایک عید الفطر اور دوسرا عید الاضحیٰ۔ عیدین، یعنی عید الفطر اور عید الاضحیٰ، پُرمسرّت دینی ومذہبی تہوار ہیں اور اسلام کی ملّی، تہذیبی اور روحانی اقدار کی روشن علامتیں ہیں۔ اسلام میں غیر مسلم اقوام کے تہواروں کو اپنانے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ آئے، تو اہلِ مدینہ کے ہاں دو دن مقرر تھے جن میں وہ کھیلتے اور خوشیاں مناتے تھے۔ آپ ﷺ نے ان ایام کے بارے میں دریافت فرمایا۔ عرض کیا گیا کہ ہم جاہلیت کے زمانے سے یہ دن مناتے چلے آرہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے تم کو اس کے بدلے اس سے بہتر دو دن عطاء کیے ہیں: عید الفطر اور عید الاضحیٰ"۔ (مسند احمد) تفریحی سرگرمیوں کا اسلامی معاشرے پر گہرا اثر مرتب ہوتا ہے اور من حیث القوم ایک نشیط، بیدار مغز اور پر حمیت نسل پروان چڑھتی ہے۔ اسلامی تہواروں کے ان اثرات ومقاصد کو مدنظر رکھتے ہوئے، قابلِ غور امر یہ ہے کہ اسلامی معاشرے میں رواج پانے والے اغیار کے رسوم وتہوار اور ان میں نسلِ نو کی دلچسپی سے کیا معاشرے پر مثبت اثرات مرتب ہوں گے؟ ہرگز نہیں! بلکہ مسلمانوں کے اپنے تہوار بھی ان اثرات ومقاصد کو کھو دیں گے، جیسا کہ مشاہدہ کیا جارہا ہے۔

عصرِ حاضر میں ہر طرف طاغوت کے حواریوں کی سازشیں ہیں، زہریلی تدبیریں ہیں، طنزیہ نشتر ہیں، خوفناک گھیرا بندیاں ہیں، اذیت ناک جیلیں ہیں، ویران جزیرے ہیں، لوہے کے پنجرے ہیں، آہنی گرز ہیں، بھاری بھرکم زنجیریں ہیں، اور شہوت ناک نظریں ہیں۔ اور ہم اللہ کے باغیوں کی ان سازشوں سے بالکل بے خبر پڑے ہیں، جو مسلمانوں کو باعمل مسلمان بننے سے روکنے کے لیے یہ ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں۔ آج ہماری حالت زار کی انتہا یہ ہے کہ جن کی آنکھوں کے سامنے اُمّتِ مسلمہ کی ماؤں اور بہنوں کی عصمتوں کو سرِ بازار لوٹا گیا، جن کے سامنے شعائر اللہ کی بے حرمتی کی جارہی ہے، اللہ کی کتاب قرآنِ پاک کو سرِ عام نذرِ آتش کیا جارہا ہے، اللہ کے گھروں یعنی مساجد کو شہید کیا جارہا ہے، مسلمانوں کی نسل کشی کے نام پر شہر کے شہر کھنڈر بنائے جارہے ہیں، اُمّت کے نونہالوں، خواتین اور بزرگوں کا خون بہایا جارہا ہے، اور وہ اس کی بازیابی کی فکر کی بجائے، کفر وشرک کی محفل سجا رہے ہیں۔

آج کل ہر عمل میں یہود ونصاریٰ اور ہنود کی مشابہت اختیار کی جارہی ہے اور ان کی نقالی کا کوئی موقع ضائع نہیں کیا

جاتا۔شاعر نے اپنے اس مصرعے میں اس حقیقت کی خوب عکاسی کی ہے: ہے ملحدوں سی سیرت اور عیسائیوں سی صورت۔

منکرین کا انجام تو جہنم ہے۔ہمیں غور کرنا چاہیے کہ کہیں ہم ان کے طرزِ عمل اپنانے سے انہی جیسے انجام کے مستحق نہ ٹھہر جائیں! ہم ایک طویل عرصے سے دیکھ رہے ہیں کہ مسلم نوجوانوں کی اکثریت، اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے نام پر جانوں کے نذرانے دینے کے لیے تیار ہے، مگر اطاعت و فرمابرداری سے دور رہتی ہے۔اللہ ربّ العالمین کا واضح فرمان ہے: ’’دردناک سزا کے مستحق ہیں وہ لوگ جو چاہتے ہیں ایمان لانے والے گروہ میں فحش پھیلے۔‘‘ (سورۃ النور: ۹۱)۔

جو لوگ دعویٰ کرتے ہیں عشقِ رسول اللہ ﷺ کا، ان کے لیے حضرت عمر فاروقؓ سے مروی حدیث ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’من تشبہ بقوم فھو منھم‘‘ (جس نے کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کی، پس وہ اسی میں سے ہوگا)۔(سنن ابی داؤد، اللباس: 4031) رسول اللہ ﷺ نے جس طرح عقائد و ایمانیات، عبادات، اخلاق، معاشرت و معاملات، امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور جہاد فی سبیل اللہ کے بارے میں ہدایت دیں اور اُمّت کی رہنمائی فرمائی، اسی طرح مستقبل میں آنے والے دینی زوال، انحطاط، تغیرات اور فتنوں کے بارے میں بھی اُمّت کو آگاہی دی اور ان سے نمٹنے کے لئے ہدایات فراہم کیں۔

ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’تم اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقوں کے مطابق ایسے چلو گے جیسے تیار کیا ہوا تیر دوسرے تیر کے مطابق ہوتا ہے حتیٰ کہ اگر وہ ضب (گوہ) کی بل میں داخل ہوئے ہوں گے تو تم بھی اس میں داخل ہونے کی کوشش کرو گے‘‘۔صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ان سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر اور کون؟ (رواہ البخاری و مسلم، اللؤلؤ والمرجان- حدیث 1708، معارف الحدیث- کتاب الفتن - حدیث نمبر 1935) حدیث میں بڑے مؤثر انداز میں آگاہی دی گئی ہے اور خوف دلایا گیا ہے کہ تم بالشت بہ بالشت اور قدم بہ قدم پچھلی اُمتوں کے طریقوں پر چلنے والے ہو گے۔فرمایا کہ یہ اُمّت سابقہ اُمتوں کی عادات و اطوار اور دینی امور کی تقلید کرے گی اور ہر طرح سے ان کی مشابہت اختیار کرنے کی کوشش کرے گی، جیسے تیر کا ایک پر دوسرے پر سے مشابہ ہوتا ہے۔پھر آپ ﷺ نے اس مشابہت اور اتباع کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر پچھلی اُمتیں گوہ کے بل میں، باوجود اس کی تنگی اور اندھیرے کے، داخل ہوئی ہوں گی تو یہ اُمّت بھی اس میں گھسنے کی کوشش کرے گی۔گوہ کے بل کا ذکر اس لیے کیا گیا کہ وہ نہایت تنگ ہوتا ہے، اور اس میں گھسنے کی کوشش کرنا اغیار کی انتہائی تقلید کو ظاہر کرتا ہے۔جب صحابۂ کرامؓ نے پوچھا کہ کیا پچھلی اُمتوں سے مراد یہودی اور نصرانی ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔

نئے سال کی تقریبات نے پوری دنیا کی ثقافت پر گہرا منفی اثر ڈالا ہے۔31 دسمبر کی رات کی فحاشی اور بے حجابی پر مبنی تقریبات نوجوان نسل کی اخلاقیات کو دیمک کی طرح چاٹ رہی ہیں، جس کے نتیجے میں بے حیائی، آوارگی اور جنسی بے راہ روی میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔نئے سال کی خوشیوں میں غرق ہونے کے لیے نیو ایئر نائٹ کی مختلف تقریبات میں منشیات کا استعمال معمول سے کئی گنا زیادہ ہو جاتا ہے۔پارٹیوں میں امپورٹڈ شراب، منشیات کی گولیاں، ہیروئن، چرس، افیون، بھنگ، گٹکھا، آئس، سکون آور سیرپ اور دیسی شراب کا استعمال کثرت سے کیا جاتا ہے۔بعض اوقات نیو ایئر پارٹیوں میں ملاوٹ اور کیمیکلز والی منشیات کا استعمال انسانی زندگی کو تباہ

وبرباد کردیتا ہے۔ان پارٹیوں میں نشے کی زیادہ مقدار لینے سے اکثر وبیشتر افراد موت کا شکار ہوجاتے ہیں،اورلڑکیوں میں اسقاط حمل کے کیسز میں غیر معمولی اضافہ ہوتا ہے۔عالمی سطح پر کچھ سال پہلے کئے گئے ایک سروے کے مطابق،صرف امریکہ میں 171/ارب ڈالر کی شراب پی جاتی ہے،600/ملین ڈالر کی آتشبازی کی جاتی ہے،اورنوجوان اربوں ڈالرڈانس کلبز میں خرچ کرتے ہیں۔ملکی سطح کی مثال دیکھیں،چند سال پہلے نئے سال کے موقع پر اترپردیش میں 50/لاکھ لیٹر شراب برآمد کی گئی۔گجرات میں 137,5/کروڑ روپے مالیت کی 31/ہزار کلو سے زائد منشیات پکڑی گئی۔غلط رسم ورواج کی پیروی گمراہی کا سبب بنتی ہے۔

یہود ونصاریٰ یا دیگر مذاہب کے تہواروں میں شریک ہونا ان کی محبت پیدا کرتا ہے،جس کے نتیجے میں ان کا مذہب بھی اچھا محسوس ہونے لگتا ہے۔جب اسلام کے مقابلے میں کفر کے طریقے اچھے لگنے لگیں تو پھر ایمان کی حقیقت باقی رہنا مشکل ہوجاتا ہے۔علامہ ابن تیمیہؒ نے اپنی مشہور تصنیف ''اقتضاء الصراط المستقیم'' میں غیروں کی نقالی کے ممنوع ہونے کی کئی وجوہات بیان کی ہیں،اوراس پر تفصیل سے کلام کیا ہے۔ان میں سے چند ایک کا ذکر یہاں کیا جارہا ہے۔کفار کی نقل اور پیروی کرنے سے آدمی خود بخود صراطِ مستقیم کی پیروی سے ہٹ جاتا ہے۔ان کی پیروی سے ان کے قول وعمل سے ہم آہنگی اور قلبی موانست ومحبت پیدا ہوجاتی ہے،جو ایمان کے منافی ہے۔کفار کی مشابہت اختیار کرنے سے شریعتِ مطہرہ سے نفرت پیدا ہوجاتی ہے اور ایمان کمزور ہوتا چلا جاتا ہے۔ان کی بُری عادات اور صفات بھی انسانوں کے دل میں اچھی لگنے لگتی ہیں،جس کی وجہ سے آوارگی،بے حیائی اور جنسی بے راہ روی عام ہوجاتی ہے۔یہ تمام وجوہات اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ غیروں کی مشابہت اختیار کرنا صرف ایمان کی کمزوری کا باعث بنتا ہے بلکہ اسلامی معاشرت واقدار کو بھی متاثر کرتا ہے۔

یہ تہذیبی وثقافتی یلغار مسلمانوں کی نسلِ نو پر واضح اثرات ڈال رہی ہے۔اسلامی تہواروں سے عدمِ رغبت کا رجحان بڑھ رہا ہے اور غیر مسلموں کی تقریبات میں دلچسپی مسلسل بڑھ رہی ہے،جیسے ویلنٹائن ڈے جیسے شرمناک دن کی مثال۔یہ ہمارے لئے ایک سنگین مسئلہ ہے،کیونکہ جو شخص غیر مسلموں کے تہواروں میں شریک ہوتا ہے اور ان کی مشابہت اختیار کرتا ہے،حدیثِ نبوی ﷺ کے مطابق وہ قیامت کے دن انہی کے ساتھ اُٹھایا جائے گا۔اسی طرح،ایک اور حدیث میں فرمایا گیا:''جو غیروں کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں'' (ابوداؤد)۔31/دسمبر کی رات (نائٹ) جیسے مواقع فحاشی اور بے حیائی کو فروغ دینے کا بڑا ذریعہ ہیں،جو کہ غیر مسلموں کے تہواروں سے مشابہت رکھتے ہیں،اور ہمیں ان سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔اسلامی روایات اور شعائر کی حفاظت ضروری ہے تاکہ ہم اپنی شناخت برقرار رکھ سکیں اور اپنے ایمان کی پختگی کو یقینی بنا سکیں۔خدارا! غیرتِ ایمانی اور حبِّ رسول ﷺ کا عملی ثبوت پیش کیجئے اور ان غلط رسومات کو ترک کرنے کا عزم کیجئے،کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم اللہ تعالی کے غضب کا شکار ہوجائیں اور آئندہ آنے والی نسلیں ان ایام کو رنج و الم کے دن منانے کے لیے مجبور ہوجائیں۔ملتِ اسلامیہ کے نوجوانوں! اسلام ہماری غیرت،ہماری عزت اور ہماری زندگی کا مقصد ہے۔حقیقی بندۂ مومن کا مقصد اور نقطۂ نظر ہمیشہ اللہ کی رضا کو حاصل کرنا ہوتا ہے۔

اس کا ہر عمل،ہر قدم اور ہر فیصلے میں اللہ کی خوشنودی کی تگ ودو ہوتی ہے،نہ کہ لوگوں کی رضامندی۔وہ جانتا ہے کہ اللہ کی

رضا حاصل کرنا اس کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہے، اور اگر اس راستے میں اسے لوگوں کی ناراضگی کا سامنا بھی کرنا پڑے، تو وہ اس سے نہیں ہچکچاتا۔ جس نے لوگوں کو ناراض کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کی تکالیف سے محفوظ رکھے گا اور جس نے اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے لوگوں کو خوش کرنا چاہا اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کے سپرد کر دے گا"۔ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہمیں اس حقیقت کی طرف متوجہ کرتا ہے کہ اگر ہم اللہ کی رضا کے لیے لوگوں کو ناراض کرتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ ہمیں لوگوں کی تکالیف سے بچاتا ہے اور ان کے منفی اثرات سے محفوظ رکھتا ہے۔ اس کے برعکس، اگر ہم لوگوں کی خوشنودی کے لیے اللہ کو ناراض کرتے ہیں، تو اللہ ہمیں لوگوں کے سپرد کر دیتا ہے، اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہمیں ان کی تکالیف اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

اگرچہ کبھی کبھار لوگوں کی ناراضگی کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، لیکن اللہ کی رضا کی کوشش میں ہی ہماری کامیابی اور سکون ہے۔ اللہ کی رضا کو ترجیح دینے سے ہی ہم حقیقی سکون اور کامیابی کی راہ پر گامزن ہو سکتے ہیں۔ جس کے دل و دماغ پر قرآن کی یہ آیتیں دستک دیتی رہتی ہیں کہ: "کیا حال ہوگا جب کہ فرشتے ان کی جان قبض کرتے ہوں گے اور ان کے مونہوں اور پشتوں پر مارتے جاتے ہوں گے۔ یہ اس سبب سے کہ جو طریقہ اللہ کی ناراضگی کا سبب تھا، یہ اس پر چلے اور اس کی رضا سے نفرت کیا کرتے تھے، اس لئے اللہ نے ان کے سب اعمال کالعدم کر دیئے"۔ (سورۃ محمد: 72-82) قرآن کی یہ آیات اور حضرت حسن بصریؒ کا قول دونوں ہمیں ایک بہت اہم سبق دیتے ہیں کہ انسان کو اپنی زندگی کو اللہ کی رضا اور خوشنودی کے مطابق گزارنا چاہیے، اور وہ تمام اعمال سے بچنا چاہیے جو اللہ کی ناراضگی کا سبب بنتے ہیں۔ قرآن کی آیات میں جن لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے، وہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی رضا کو ترک کر کے اُس کی ناراضگی کے راستے پر چلتے ہیں، اور اس کے نتیجے میں ان کے اعمال کالعدم کر دیے جاتے ہیں۔ ان آیات سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ جو لوگ اللہ کی رضا کی بجائے اس کی ناراضگی کی راہ اختیار کرتے ہیں، ان کا انجام بہت ہی بُرا ہوگا۔ اس لیے ہمیں ہمیشہ اللہ کی رضا کے راستے پر چلنا چاہیے اور اس کی ناراضگی سے بچنا چاہیے۔

حضرت حسن بصریؒ کا قول یہ بتاتا ہے کہ حقیقی مومن وہ شخص ہے جو بغیر دیکھے اللہ سے ڈرتا ہو اور اللہ کے رضا والے اعمال کرتا ہو۔ اس کا دل اللہ کی خوف سے بھرا ہوتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ اللہ کی رضا حاصل کرنا اس کی زندگی کا اصل مقصد ہے۔ اس کے برعکس، جو شخص اللہ کی ناراضگی والے کاموں سے بچتا ہے، وہ اللہ کی محبت اور قربت کو اپنی زندگی کا مقصد بناتا ہے۔ یہ دونوں نصیحتیں ہمیں یہ سکھاتی ہیں کہ ہم اپنی زندگی کو اللہ کے حکموں کے مطابق گزاریں، اس کی رضا کی کوشش کریں، اور اس کے ناپسندیدہ کاموں سے دور رہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہماری زندگی میں سکون اور کامیابی آئے گی اور ہم اللہ کی رحمت کے مستحق بنیں گے۔

بے خبر! تو جوہرِ آئینہِ ایّام ہے تو زمانہ میں خدا کا آخری پیغام ہے اگر ہم اسلام کو انسانی زندگی کے لیے ایک مکمل نظامِ حیات تسلیم کرتے ہیں اور اسے ثقافت کے باطنی و خارجی عناصر کا مرکزی محور مانتے ہیں، تو اس کا منطقی تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنے کلچر کے تمام مظاہر کو اسلامی اقدار کے مطابق ڈھال لیں۔ ہمارے کھانے پینے، رہنے سہنے، اوڑھنے، سونے جاگنے کے طریقے، خیر و شر کے معیارات، تقریبات، خوشی و غمی کے مواقع، معیشت، فنون و ہنر، سیاست، ادب، اور تہوار منانے کے طریقے بے غرض زندگی کے

ہر دائرے کو اسلامی فکر کے نور سے روشن ہونا چاہیے۔ایمان کا حقیقی تقاضا یہ ہے کہ جہاں کہیں ہماری قومی زندگی میں مذہب اور کلچر کے درمیان اختلاف یا تصادم نظر آئے، وہاں ہم مذہب کو محکم اور فیصلہ کن قوت کے طور پر تسلیم کریں۔اگر ہم اس رویے کو اپنی عملی زندگی کا حصّہ بنالیں، تو ہماری قومی ثقافت اسلامی اصولوں کی روشنی میں سنورے گی اور ایک جامع، متوازن اور پاکیزہ تہذیب کی صورت اختیار کرے گی۔!! اگر ہم واقعی مسلمان ہیں تو ہمیں اپنے منصب اور ذمّہ داری کو پہچاننا ہوگا۔

فحاشی اور عریانی کی تہذیب میں ڈوبنے کے بجائے، ہمارا فرض ہے کہ ان برائیوں کو مٹانے کے لیے کمربستہ ہوجائیں اور اپنی زندگی کو رضائے الٰہی کے حصول کے لیے وقف کردیں۔اللہ تعالیٰ نے ہماری امت کو ایک خاص مقام عطا کیا ہے، جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے: ''تم ہی وہ بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے برپا کی گئی ہے، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو'' (سورۃ آل عمران: 110)۔یہ آیت ہمارے فرائض کو واضح کرتی ہے کہ ہمیں نیکی کو فروغ دینا ہے اور برائی کو ختم کرنے کی کوشش کرنی ہے۔اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنی زندگیوں کو اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھالیں، اپنی اخلاقیات کو بلند کریں، اور اپنی توانائیاں ان اقدار کے فروغ کے لیے صرف کریں جو اسلام کی تعلیمات کے عین مطابق ہیں۔یہی ہماری کامیابی کا راز اور دنیا کے لیے روشنی کا مینار بننے کا ذریعہ ہے۔نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد: ''مِنْ حُسنِ إسلامِ المرءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ''۔(آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ فضول چیزوں سے بچے) (ترمذی) یہ حدیث ہمیں بہت اہم سبق دیتی ہے کہ ایک مسلمان کی اسلام کی اصل خوبصورتی اُس کی زندگی میں اس بات سے ظاہر ہوتی ہے کہ وہ غیر ضروری، فضول یا بے فائدہ کاموں سے اجتناب کرتا ہے۔اسلام کی تعلیمات میں سادگی اور مقصدیت کو بہت اہمیت دی گئی ہے، اور اس حدیث کے ذریعے ہمیں بتایا جارہا ہے کہ ہم اپنی زندگی کو مفید اور مقصد پر مرکوز رکھیں، تاکہ ہم اپنے دین اور دنیا میں کامیاب ہو سکیں۔فضولیات سے بچنا نہ صرف ہماری روحانیت کے لیے فائدہ مند ہے، بلکہ یہ ہمارے وقت اور وسائل کو بہتر طریقے سے استعمال کرنے کی طرف بھی رہنمائی کرتا ہے۔اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ ایک مسلمان وہ کام کرے جو اُسے دینی، دنیاوی یا اخلاقی طور پر فائدہ دے، اور غیر ضروری سرگرمیوں یا باتوں میں وقت ضائع نہ کرے۔

والدین کے لیے یہ بہت اہم ذمّہ داری ہے کہ وہ اپنی اولادوں کی رہنمائی کریں اور انہیں ایسی جگہوں اور محافل سے بچائیں جو ان کے دینی اور اخلاقی اقدار کے خلاف ہوں۔نیا سال کی رات کی پارٹیاں، جو اکثر غیر اسلامی سرگرمیوں کا حصہ ہوتی ہیں، ان میں جانے سے روکنا والدین کی اوّلین ذمّہ داری ہے۔اس کے لیے مناسب رہنمائی، سمجھانے اور مشورے دینے کی ضرورت ہے، تاکہ اولاد کو دین کے راستے کی اہمیت سمجھ آسکے۔اگر پھر بھی اولاد نہیں مانتی، تو والدین کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ سختی سے ان محافل میں جانے سے منع کریں اور اپنی اقدار کی حفاظت کے لیے ٹھوس قدم اٹھائیں۔اسی دوران، والدین اور اولاد کو یہ عہد بھی کرانا چاہیے کہ ہم اپنی زندگیوں کو اسوۂ رسول ﷺ کے مطابق ڈھالیں گے، اور اپنے ہر عمل میں اسلام کے نور سے روشنی حاصل کریں گے۔ہمیں یہ عہد کرنا چاہیے کہ ہم ہر فتنے کا مقابلہ کریں گے اور دین کی روشنی کو اپنی زندگی میں برقرار رکھیں گے۔اللہ ربّ العالمین! ہم پر اپنے فضل وکرم کی بارش فرمائیں، ہمیں ہر فتنے سے بچائیں، اور ہمارے گمراہ ہونے والے بھائیوں اور بہنوں کو صراطِ مستقیم کی ہدایت عطا فرمائیں۔آمین

فرقۂ گوہر شاہی

عبدالغنی شیخوپورہ

جن لوگوں نے اپنے مذموم مقاصد کے حصول اور امت مسلمہ کو گمراہ کرنے کے لیے مہدی ہونے کے جھوٹے دعوے کیے ان کی خاصی تعداد ہے، جن میں سے چند ایک یہ ہیں: ایران کے محمد علی باب اور بہاء اللہ شیرازی، جنہوں نے بہائی مذہب کی بنیاد ڈالی اور ان کے پیروکار دنیا کے مختلف خطوں میں موجود ہیں اور امریکہ کے ماسٹر فادر محمد اور عالیجاہ محمد، جن کا مذہب ''نیشن آف اسلام'' موجودہ پیشوا لوئیس فرحان کی قیادت میں پھیل رہا ہے، اسی طرح پاکستان کے علاقہ مکران میں ''ذکری'' مذہب سیکڑوں سال سے چلا آرہا ہے جس کا آغاز ملا محمد اٹکی نے مہدی کے دعوی سے کیا تھا، اسی طرح مرزا غلام احمد قادیانی کے دعاوی ایک دعوی مہدی ہونے کا بھی تھا۔

انھیں جھوٹے دعویداروں میں ایک نام ریاض احمد گوہر شاہی کا بھی ہے۔ اس کا نام ریاض احمد ہے، والد کا نام فضل حسین مغل تھا جو کہ ایک سرکاری ملازم تھا۔ گوہر شاہی دادا کی طرف نسبت ہے، جس کا نام گوہر علی شاہ تھا جو کہ سری نگر کا رہائشی تھا، وہاں اس سے ایک قتل سرزد ہوا، پکڑے جانے کے ڈر سے راولپنڈی آ گیا اور نالہ لئی کے پاس رہائش پذیر ہوا، جب انگریزی پولیس کا ڈر زیادہ ہوا تو فقیری کا روپ دھار کر تحصیل گوجر خان کے ایک جنگل میں ڈیرہ لگایا، جہاں کافی لوگ اس کے مرید ہو گئے اور جنگل کو نذرانے میں پیش کر دیا، یہی جنگل ڈھوک گوہر علی شاہ کے نام سے آباد ہوا اور یہیں ریاض احمد گوہر شاہی ۲۵ نومبر ۱۹۴۱/ میں پیدا ہوا۔

اپنے گاؤں میں ہی مڈل پاس کیا اور پھر پرائیویٹ طور پر میٹرک کیا، اس کے بعد ویلڈنگ اور موٹر میکینک کا کام سیکھ کر اس کی دوکان کھولی؛ مگر اس میں کوئی نفع حاصل نہ ہوا۔ حصولِ روزگار کے لیے پریشانی ہوئی تو اس نے سوچا کہ دادا والا کام دھندہ یعنی پیری مریدی شروع کر دی جائے۔ اس کے لیے ابتداء خانقاہ کے چکر لگائے، خود لکھتا ہے: ''کئی سال سیہون کے پہاڑوں اور لال باغ میں چلے اور مجاہدے کیے، مگر گوہرِ مراد حاصل نہ ہوا اور پھر بری امام اور داتا دربار بھی رہا؛ مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔'' مزید لکھتا ہے: ''اس کے بعد طبیعت بگڑ گئی۔ بیس سال کی عمر سے تیس سال تک ایک گدھے کا اثر رہا، نماز وغیرہ ختم ہو گئی، جمعہ کی نماز بھی ادا نہ ہو سکی۔ زندگی سینماؤں اور تھیٹروں میں گزرتی۔ حصولِ دولت کے لیے حلال وحرام کی تمیز جاتی رہی۔ بے ایمانی، جھوٹ اور فراڈ شکار بن گیا۔ (روحانی سفر ص: ۱۳ تا ۱۶) پھر ایک مرتبہ عزم مضبوط کر کے سندھ کے پسماندہ اور غیر تعلیم یافتہ علاقے جام شورو ٹیکسٹ بک بورڈ میں جھونپڑی ڈال کر پیری مریدی شروع کر دی، کچھ کمزور عقیدہ لوگوں کی آمد شروع ہو گئی؛ لیکن قریبی یونیورسٹی کے پرنسپل نے سارا منصوبہ خاک میں ملا دیا اور جھونپڑی اُکھاڑنے کا حکم دیا، ہم نے چپ چاپ اکھاڑ لی (روحانی سفر۔ ۹،۸)

پھر حیدر آباد، سرے گھاٹ میں رہنے لگا، اپنے آپ کو سید ظاہر کیا جب کہ تھا مغل۔ سندھ کے لوگ چونکہ سید کے نام پہ مرتے ہیں؛ اس لیے اس کی کافی پذیرائی کی۔ یہیں سے شہرت ملی اور ۱۹۸۰/ میں اس نے کوٹری حیدر آباد، سندھ، خورشید کالونی سے ہی ''انجمن سرفروشانِ اسلام'' کی بنیاد ڈالی اور اپنے گمراہ کن عقائد کا پرچار شروع کیا۔ اس کے گمراہ کن عقائد ونظریات اور باطل دعوے مندرجہ ذیل ہیں۔

اللہ کی توہین: یہ کہتا ہے کہ اللہ مجبور ہے اور شہ رگ کے پاس ہوتے ہوئے بھی نہیں دیکھ سکتا ہے، مزید کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کے موقع پر حضرت علی کی انگوٹھی اللہ کے ہاتھ میں دیکھی۔ انبیاء کرام کی توہین: حضرت آدم کو حسد اور شرارتِ نفس کا مریض قرار دینا، حضرت موسیٰ کی قبر کو جسدِ اطہر سے خالی اور شرک کا اڈا باور کرانا اور حضرت خضر کو قاتلِ نفس گردانتے ہوئے ان کی توہین کرتا ہے۔(روحانی سفر) جعلی کلمہ: کلمہ میں محمد رسول اللہ کی جگہ اس ظالم نے گوہر شاہی رسول اللہ لکھوایا۔(حق کی آواز) قرآن پاک کے بارے میں لکھا ہے: تیس پارے ظاہری قرآن پاک اور دس پارے باطنی ملا کر چالیس پارے ہوئے اور یہ ہم پر عبادات، ریاضات اور مجاہدات کے ذریعے منکشف ہوئے۔(حق کی آواز، ص: ۵۴، ۵۲) اسلام کے ارکان خمسہ کی توہین: نماز، روزہ، حج، زکاۃ اور دیگر عبادات میں روحانیت نہیں ہے، روحانیت کا تعلق دل کی ٹک ٹک سے ہے۔(حق کی آواز، ص: ۳)

اسلام واحد راہ نجات نہیں ہے، اس ضمن میں لکھا ہے کہ روحانیت سیکھو خواہ تمہارا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو، اور جس نے روحانیت سیکھی، چاہے اس نے کلمۂ اسلام نہیں پڑھا، وہ جہنم میں نہیں جائے گا۔(مینارۂ نور) نیز لکھتا ہے کہ عیسائی، ہندو، سکھ اور یہودی اگر روحانیت سیکھ لیں، تو بغیر کلمہ پڑھے اللہ تک ان کی رسائی ہو سکتی ہے۔(گوہر، ص: ۴، سرفروش پبلی کیشنز)۔ نشہ آور چیزوں کے حلال ہونے کے بارے میں لکھا ہے کہ بھنگ، چرس حرام نہیں؛ بلکہ وہ نشہ جس سے روحانیت میں اضافہ ہو، حلال ہے ، خواہ مخواہ ہمارے عالموں نے حرام قرار دے دیا۔(روحانی سفر) عورتوں سے مصافحہ، معانقہ اور جسم دبوانا درست ہے، روحانی سفر میں اس نے خود ہی اپنے چلے میں مستانی سے ملاقات اور اس کے ساتھ شب باشی کی فحش روئیداد تحریر کی ہے۔(روحانی سفر، ص: ۳۲) اور پھر عورتوں سے معانقہ و مصافحہ کو یہ کہتے ہوئے جائز قرار دیا ہے کہ مولویوں نے اس کو حرام کیا ہے۔

مہدی ہونے کا دعویٰ: سوال نامۂ گوہر میں لکھا ہے: ''لوگ اگر ہمیں مہدی کہتے ہیں تو اصل میں جس کو فیض ملتا ہے وہ ہمیں اتنا ہی سمجھتا ہے''۔(ص: ۸) اس کے لیے بے سروپا اور جھوٹے دلائل دیے گئے ہیں؛ چنانچہ لکھا ہے کہ میری تصویر چاند، سورج اور حجرِ اسود پر ظاہر ہو چکی ہے، یہ مہدی ہونے کی علامات میں سے ہے اور امام حرم حماد بن عبد اللہ نے حجر اسود کی تصویر کی تصدیق کی اور کہا کہ یہ امام مہدی سے ملتی جلتی ہے۔ اس کے علاوہ سیدنا عیسیٰ سے اپنی جھوٹی ملاقات اپنی کتاب ''حق کی آواز ص: ۱۷'' میں ثابت کی ہے۔ ان کا ایک مرید لکھتا ہے کہ دورۂ امریکہ کے دوران مؤرخہ ۲۹ مئی ۱۹۹۷ء نیو میکسیکو کے شہر طاؤس کے ایک مقامی ہوٹل میں حضرت سیدنا گوہر شاہی سے حضرت عیسیٰ نے ظاہری ملاقات فرمائی، مرشد نے ۲۸ جولائی، ۱۹۹۷ء تک اس کو صیغۂ راز میں رکھا، پھر اس سے پردہ اٹھانا مناسب سمجھا اور تفصیلات ارشاد فرمائیں۔(اشتہار کردہ سرفروش پبلی کیشنز)

اس جھوٹی ملاقات کے بارے میں خود لکھتا ہے کہ '' حضرت عیسیٰ چونکہ مہدی کے زمانہ میں وارد ہوں گے، میری ان سے ملاقات ہونا دلیل ہے، اس بات کی کہ میں مہدی ہوں۔'' اس کے علاوہ اولیاء اللہ کی توہین، حضرت رابعہ بصریہ جیسی پاکباز کو طوائف کہنا، شریعت اور طریقت کو الگ کرنا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے بغیر امتی نہ ہونے کا قول کرنا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بالمشافہ ملاقات اور علم سیکھنے کا مدعی ہونا اور اپنے لیے معراج اور الہام کا دعویدار ہونا، (بقیہ صفحہ: ۳۰ / پر)

فقہ وفتاویٰ

ادارہ

سوال......: کیا مرد گلے میں چاندی کی زنجیر پہن سکتا ہے؟ اگر پہن سکتا ہے تو اس کا وزن کتنا ہونا چاہئے؟ بازار میں کسی دھات پر آیت الکرسی لکھی ہوتی ہے اور وہ لاکٹ اس زنجیر میں پہن سکتا ہے کہ نہیں؟

جواب......: مرد کو چاندی کی انگوٹھی کی اجازت ہے، جبکہ اس کا وزن ساڑھے تین ماشہ سے کم ہو، انگوٹھی کے علاوہ سونے چاندی کا کوئی اور زیور پہننا مرد کو جائز نہیں۔

سوال......: بچوں کے لئے تعویذ لیا جاتا ہے، اس کو سونے چاندی کے تعویذ میں ڈال کر بچوں اور بچیوں کو پہننا جائز ہے یا نہیں؟

جواب......: یہاں دو مسئلے سمجھ لیجئے، ایک یہ کہ سونے چاندی کو بطور زیور کے پہننا عورتوں کے لئے جائز ہے، مردوں کے لئے حرام (البتہ مرد ساڑھے تین ماشے سے کم وزن کی چاندی کی انگوٹھی پہن سکتے ہیں)، لیکن سونے چاندی کو برتن کی حیثیت سے استعمال کرنا نہ مردوں کو حلال ہے، نہ عورتوں کو۔ مثلاً: چاندی کا چمچہ یا سلائی استعمال کرنا۔ تعویذ کے لئے جو سونا چاندی استعمال کی جائے گی اس کا حکم زیور کا نہیں، بلکہ استعمال کے برتن کا ہے، اس لئے یہ نہ مردوں کے لئے جائز ہے اور نہ عورتوں کے لئے۔

دُوسری بات یہ ہے کہ جو چیزیں بڑوں کے لئے حلال نہیں، اس کا چھوٹے بچوں کو استعمال کرانا بھی جائز نہیں، اس لئے بچوں اور بچیوں کو سونے چاندی کے تعویذ کا استعمال کرانا جائز نہیں ہوگا۔

سوال......: کیا اسلام میں مردوں کو مہندی لگانا جائز ہے؟ اور کیا اس سے نماز ہو جاتی ہے؟

جواب......: مرد، سر اور داڑھی کو مہندی لگا سکتے ہیں، ہاتھوں میں مہندی لگانا عورتوں کے لئے دُرست ہے، مردوں کے لئے نہیں۔ نماز ہو جاتی ہے۔

سوال......: میری ایک دوست یہ کہتی ہے کہ بھنویں بنانا گناہ کی بات نہیں ہے، کیونکہ چھوٹے بچے کے بال آٹے سے رگڑ کر اُتارے جاتے ہیں، تو بڑے ہو کر بھنوؤں کے بال اُتارنا غلط بات تو نہیں۔

جواب......: حدیث شریف میں تو ایسی عورتوں پر لعنت آئی ہے، پھر یہ گناہ کیوں نہ ہوگا؟

"عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: لعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة۔" [صحیح بخاری ج:۲ ص:۸۷۹] (حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے بال جوڑنے والی اور جڑوانے والی پر اور جسم گودنے اور گودوانے والی پر۔)

سوال......: کیا خواتین کے لئے چہرے، بازوؤں اور بھنوؤں کے درمیان کا رُواں صاف کرنا گناہ ہے؟ جواب مدلل دیجئے گا۔

جواب......:محض زیبائش کے لئے تو فطری بناوٹ کو بدلنا جائز نہیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بال نوچنے اور نچوانے والیوں پر لعنت فرمائی ہے(مشکوٰۃ شریف ص:۳۸۱)البتہ اگر عورت کے چہرے پر غیر معتاد بال اُگ آئیں تو ان کے صاف کرنے کی فقہاء نے اجازت لکھی ہے،اسی طرح جن بالوں سے شوہر کو نفرت ہو ان کے صاف کرنے کی بھی اجازت دی ہے،(ردالمحتار،کتاب الحظر والاباحۃ)(مگر اس سے سر کے بال کٹوانے کی اجازت نہ سمجھ لی جائے)۔

سوال......:میری بھنویں آپس میں ملی ہوئی ہیں،بھنویں تو نہیں بناتی ہوں،مگر بھنویں الگ کرنے کے لئے درمیان میں سے بال صاف کر دیتی ہیں،کیا میرا یہ عمل دُرست ہے؟

جواب......:یہ عمل دُرست نہیں۔

سوال......:اکثر جب بال بڑھ جاتے ہیں تو ان کی دونوکیں نکل آتی ہیں،جن کی وجہ سے بال جھڑنے لگتے ہیں،ایسی صورت میں کیا میں بالوں کی نوکیں کاٹ سکتی ہوں؟

جواب......:اس صورت میں نوکیں کاٹنے کی اجازت ہے۔

سوال......:ٹینس،ہاکی،فٹ بال،تیراکی،اسکوائش،باکسنگ،ٹیبل ٹینس وغیرہ ان تمام کھیلوں میں کھلاڑی نیکر یا چڈی(جو ناف سے لے کر ران کے بالائی حصے تک ہوتی ہے)پہن کر کھیلتے ہیں،جبکہ ناف سے لے کر گھٹنے کا حصہ ستر ہے،اس کا دیکھنا مردوں کو بھی جائز نہیں،نہ لوگوں کے سامنے اس کا کھولنا ہی جائز ہے۔آپ یہ بتائیں کہ کیا کھلاڑی اور تماشائی دونوں گناہگار ہیں؟

جواب......:کھلاڑی اور تماشائی دونوں سخت گناہگار ہیں،آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر دیکھنے اور دکھانے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے:''لعن اللہ الناظر والمنظور الیہ''۔

سوال......:لڑکیاں جو آج کل پلکیں بناتی ہیں کیا یہ جائز ہے؟اور میں نے ایک کتاب میں پڑھا تھا کہ عورت کو جسم کے ساتھ لوہا لگانا حرام ہے،کیا یہ دُرست ہے؟

جواب......:پلکیں بنانے کا فعل جائز نہیں،آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر لعنت فرمائی ہے،بنانے والی پر بھی اور بنوانے والی پر بھی۔''عن أبی ریحانۃ قال: نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن عشر عن الوشر والوشم والنتف''۔(رواہ أبو داود والنسائی کما فی المشکوۃ، ص:۳۷۶)حضرت ابو ریحانہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس چیزوں سے منع فرمایا ہے،بالوں کے ساتھ بال جوڑنے سے،جسم پر گدوانے سے اور بال نوچنے سے......الخ۔

سوال......:کیا بڑھتے ہوئے ناخن مکروہ ہوتے ہیں؟

جواب......:جی ہاں!سخت مکروہ۔

طب وصحت

آملہ کے فوائد

ادارہ

آملہ ایک مکمل غذا ہے۔کسی بھی پھل،سبزی،دال،یا خشک میوے کو اس صورت میں مکمل غذا کہا جاتا ہے جس کا استعمال نہ صرف صحت کو بہتر بنائے،بلکہ بیماریوں سے بچاؤ میں بھی مدد فراہم کرے۔آملہ بھی ایسی غذاؤں میں شامل ہے جو ہر طرح سے صحت کے لیے فائدہ مند تصور کی جاتی ہیں۔آملہ کو زیادہ تر جنوب ایشائی ممالک جیسا کہ بھارت اور پاکستان میں استعمال کیا جاتا ہے کیوں کہ اسے انہی ممالک میں کاشت کیا جاتا ہے۔

آملہ کو مختلف طریقوں سے استعمال کیا جاتا ہے۔کچھ لوگ اسے سالن پکا کر استعمال کرتے ہیں تو کئی جگہوں پر اس کا اچار ڈال کر اسے محفوظ کرلیا جاتا ہے۔اس کے علاوہ آملہ کا جوس بھی استعمال کیا جاتا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ آملہ کا مربہ بھی بنایا جاتا ہے۔چوں کہ مربہ چینی میں بنایا جاتا ہے،اس لیے مربہ استعمال کرنے کی صورت میں جسم کو زیادہ کیلوریز حاصل ہوتی ہیں۔اگر روزانہ حاصل کی جانے والی کیلوریز کو مدِنظر رکھ آملہ کے مربہ کو استعمال کیا جائے تو مفید نتائج حاصل ہو سکتے ہیں۔

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ آملہ کا جوس سب سے زیادہ مفید ثابت ہوتا ہے۔کیوں کہ آملہ کے جوس میں کوئی بھی مضرِ صحت چیز جیسا کہ چینی شامل نہیں کی جاتی۔اسی طرح آملہ کے اچار میں اگر صحت کو نقصان پہنچانے والے مصالحے نہ استعمال کیے جائیں،تو یہ بھی صحت کو فائدہ پہنچاتا ہے۔

آملہ سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل کئے جاسکتے ہیں۔تاہم یہ فوائد حاصل کرنے کے لیے آملہ کو کچھ ہفتوں یا مہینوں تک متوازن مقدار میں استعمال کرنا ضروری ہوتا ہے۔

قوتِ مدافعت میں اضافہ: آملہ کو وٹامن سی حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔وٹامن سی ایک پانی میں حل ہونے ہوالا (واٹر سولیبل) وٹامن ہے،جو کہ جسم میں بطور اینٹی آکسیڈنٹ کام کرتا ہے۔عام طور پر کچھ چیزوں کے استعمال سے جسم پر مضرِ صحت اثرات ظاہر ہوتے ہیں،جس سے مدافعتی نظام بھی متاثر ہوتا ہے۔

تاہم ایک سائنسی تحقیق کے مطابق آملہ کے استعمال سے کسی بھی مضرصحت اثرات کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔اس میں پائے جانے والے مفید وٹامنز اور منرلز صحت کے لیے ہر طرح سے مفید ثابت ہوتے ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ آملہ کو ان پھلوں میں شمار کیا جاتا ہے جن میں وٹامن سی سب سے زیادہ پایا جاتا ہے۔آملہ کی اسی خصوصیت کی وجہ سے اس کا استعمال آکسی ڈیٹو دباؤ سے بچاؤ میں مدد فراہم کرتا ہے اور مدافعتی نظام میں بہتری لاتا ہے۔قوتِ مدافعت میں اضافہ ہونے سے بہت سی موسمی بیماریوں جیسا کہ کھانسی،زکام،اور گلے کی خراش سے بچاؤ میں بھی مدد ملتی ہے۔

ہاضمہ کے نظام میں بہتری: جب آپ آملہ کو باقاعدگی کے ساتھ استعمال کرتے ہیں تو آپ کے جسم کو اتنی مقدار میں فائبر حاصل ہو جاتا ہے جو ہاضمہ کے نظام میں بہتری لانے کے لیے ضروری سمجھا جاتا ہے۔ آملہ کے استعمال سے حاصل ہونے والے فائبر سے معدے اور آنتوں کے طبی مسائل سے آسانی کے ساتھ بچا جا سکتا ہے۔ چوں کہ آملہ کے استعمال سے جسم کو وٹامن سی بھی حاصل ہوتا ہے، اس لیے جسم کو دوسری غذاؤں سے نیوٹرنٹس اور منرلز حاصل کرنے میں مشکل پیش نہیں آتی۔

جِلد کے لیے مفید: آملہ کے استعمال کو جِلد کے مختلف طبی مسائل کو ختم کرنے لیے بھی فائدہ مند تصور کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ آملہ بالوں کے پتلے پن کو بھی ختم کرتا ہے۔ بالوں کی مضبوطی کے لیے نہ صرف آملہ کو کھایا جا سکتا ہے، بلکہ اس کا تیل بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ جب کہ ایکنی کی وجہ سے جِلد پر بننے والے داغ، دھبے، نشانات سے چھٹکارا پانے کے لیے آملہ کا پیسٹ بنا کر اسے پندرہ منٹ کے لیے جِلد پر لگایا جاتا ہے۔ پندرہ منٹ کے بعد جلد کو دھو لیجیے۔ اس کے علاوہ آملہ کے استعمال سے خون بھی ڈی ٹاکسیفائی ہوتا ہے جس سے جِلد کے مسائل کو کنٹرول کرنے میں مدد ملتی ہے۔ آملہ کے جوس کے استعمال سے جِلد میں کولاجین زیادہ مقدار میں بنتا ہے، جس سے جِلد کے نکھار میں اضافہ ہوتا ہے۔ اگر آملہ کے جوس کو چہرے پر لگایا جائے تو اس سے خشکی کو ختم کرنے میں مدد ملتی ہے۔

دل کی صحت میں بہتری: اس پھل کے استعمال سے دل کی صحت میں بھی بہتری لائی جا سکتی ہے۔ طبی ماہرین کا کہنا ہے کہ آملہ کے ایکسٹریکٹ کو اگر چند ہفتوں تک استعمال کیا جائے تو نقصان دہ کولیسٹرول اور ٹرائی گلیسرائڈ کے لیول کو کم کرنے میں مدد ملتی ہے۔ نقصان دہ کولیسٹرول اور ٹرائی گلیسرائڈ کا لیول اگر زیادہ ہو جائے تو دل کی بیماریاں لاحق ہونے کے خطرات میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ آملہ کے استعمال سے چوں کہ ان کا لیول کم ہوتا ہے، اس لیے دل کی بیماریوں کے خطرات میں بھی کمی آتی ہے۔ اس کے علاوہ آملہ کے استعمال سے ہائی بلڈ پریشر کو کنٹرول کرنے میں بھی مدد مل سکتی ہے۔ ہائی بلڈ پریشر کو دل کی بیماریوں کی ایک بڑی وجہ سمجھا جاتا ہے۔

آنکھوں کے لیے فائدہ مند: آملہ میں چوں کہ، وٹامن اے، پایا جاتا ہے، اس لیے یہ آنکھوں کی صحت کو بہتر بناتا ہے۔ اس پھل کے استعمال سے جسم کو حاصل ہونے والے، وٹامن اے، سے نہ صرف دیکھنے کی صلاحیت بہتر ہوتی ہے بلکہ عمر میں اضافے کی وجہ سے لاحق ہونے والی آنکھوں کی بیماریوں کے خطرات بھی کم ہوتے ہیں۔

جامعۃ السعادۃ و اسعاد البنات کیرانہ

شاخ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

''جامعۃ السعادۃ''، مغربی یوپی کے مردم خیز قصبہ ''کیرانہ، شاملی'' کا ایک عظیم و منفرد ادارہ ہے۔ جس کے مقاصد میں سے قرآن و حدیث کی ترویج و اشاعت کے ساتھ، ایسے باصلاحیت رجال کار تیار کرنا ہے، جو ملت اسلامیہ کی علمی، دینی اور فکری قیادت کا فریضہ انجام دے سکیں اور اپنی خوابیدہ قوم کو بیدار کرسکیں۔

یہ ادارہ ۱۴۲۸ھ سے علم کی شمع جلانے اور اس کی لو کو تیز کرنے میں مصروف ہے، بچوں اور بچیوں کی تعلیم پر خصوصی توجہ، عربی، اردو اور انگریزی زبان بولنے و لکھنے کی ان کے اندر صلاحیت پیدا کرنے اور صحیح ڈھنگ سے ان کی تربیت کرنے، نیز عوام الناس میں دینی بیداری پیدا کرنے اور انہیں اسلامی تعلیمات سے واقف کرانے کے لئے اس کے خصوصی تعلیمی و تربیتی پروگرام اور انتہائی علمی و وقیع ماہ نامہ ''تحقیقات اسلامی'' کی پابندی کے ساتھ اشاعت ایسے کارنامے ہیں کہ کم ہی ادارے اس قلیل مدت میں اس منزل کو حاصل کر پاتے ہیں۔ جامعہ کی مستقل اپنی انتہائی خوبصورت و دیدہ زیب دو منزلہ عمارت ہے، جس میں تعلیمی، تربیتی اور دعوتی ۱۴ ر شعبے قائم ہیں۔ طلبہ کی ایک کثیر تعداد دار الاقامہ میں مقیم ہے جن کے قیام و طعام اور لباس و فوری علاج کا جامعہ کفیل ہے اور دیگر ہر طرح کی سہولیات انہیں فراہم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

جامعہ باضابطہ طور پر دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے ملحق ہے، اور دار العلوم ندوۃ العلماء ہی کے نصاب کے مطابق ثانویہ اولیٰ سے عالیہ ثانیہ تک کی تعلیم کے ساتھ حفظ مع تجوید، ناظرہ قرآن کریم، دینیات اور حکومت ہند سے منظور شدہ انگلش میڈیم اسکول کے تحت درجہ پانچ تک کی تعلیم ماہر اساتذہ کی نگرانی میں جاری ہے۔

جب کہ بچیوں کی خصوصی تعلیم و تربیت کے لئے علاحدہ سے ''جامعہ اسعاد البنات'' قائم ہے۔ اس کی بھی دو منزلہ انتہائی محفوظ، خوبصورت اور ہر طرح کی سہولیات سے مزین عمارت ہے۔ بچیوں کی نگرانی اور ان کی تعلیم و تربیت کے لئے باصلاحیت عالمائیں مامور ہیں، یہ ادارہ بھی باضابطہ طور پر ندوۃ العلماء سے ملحق ہے۔ جس میں ندوہ ہی کے نصاب و نظام کے مطابق از درجہ پرائمری تا دورہ حدیث شریف کی تعلیم جاری ہے، ساتھ ہی کمپیوٹر اور دست کاری (سلائی، کڑھائی، امور خانہ داری) بھی سکھائی جاتی ہے۔

جامعہ کی مستقل آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ مخیرّ حضرات سے اپیل ہے کہ صدقات، زکوٰۃ اور عطیات کی رقوم سے جامعہ کا تعاون فرمائیں۔ ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین

محمد عرفان ثاقب قاسمی
محلہ ابراہیم پورہ (آل کلاں) شاملی روڈ، کیرانہ ضلع شاملی۔ یوپی 247774
رابطہ نمبر 09319530768 / 8630449150

Tehqiqat-e-Islami

Post No. UP/MZN- 86/2015-17 RNI No: upurd/2011/42786
Kairana, Distt. Shamli (U.P) India
E-mail: tahqiqat-eislamia@yahoo.com
Website: www.jamiakairana.com
www.shariyahacademy.com , academy2016web@gmail.com

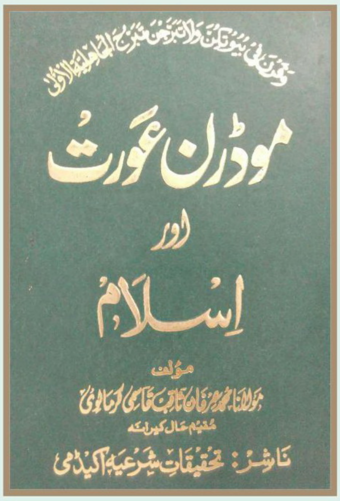

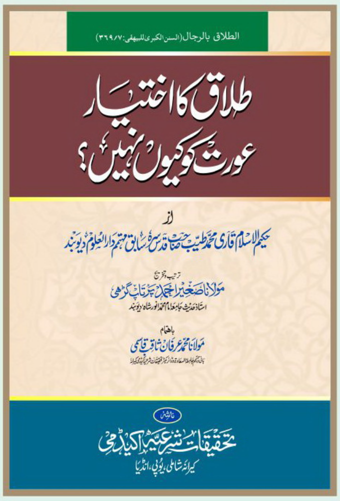

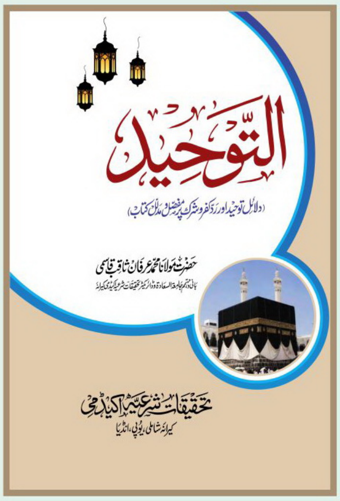

JAMIATUS SA'ADAH
Moh.Ibrahim Pura, (Aal Kalan) Shamli Road,
Kairana, Distt. Shamli U.P Pin: 247774
Mob: 09359602830, 09319530768